اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مستند اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد ۲۶
شمارہ ۵

رجب ۱۴۱۱ھ
فروری ۱۹۹۱ء

بانی: حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مدیر: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
مدیر معاون: عبدالقیوم حقانی
ناظم: شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم ۳۴۰ / ۳۴۱، ۴۳۵ کوڈ نمبر ۰۵۲۳۱۷

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۷۵ روپے فی پرچہ ۵ روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۸ پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲ پونڈ

سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "الحق" دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بالآخر مشرق وسطی کے تمام ممالک تاریخ کی سب سے زیادہ ہولناک اور تباہ کن جنگ کے جہنم میں جا گرے۔ عراق اور کویت پر ہزاروں ٹن دہکتا ہوا لوہا اور بارود برس چکا۔ سعودی ٹھکانوں پر عراقی میزائل برس رہے ہیں۔ پوری دنیا اور عالم انسانیت کا ضمیر اس بہیمیت، درندگی، سفاکی اور بربادی پر چیخ رہا ہے۔ بیسویں صدی کی آخری دہائی میں جب دنیا دو عظیم عالمگیر جنگوں سے گذر چکی ہے تیسری جہاں سوز جنگ کے بادل امنڈ آئے ہیں اور ایک قیامت خیز طوفان برپا ہو گیا ہے۔

امریکہ اسرائیل اور یورپ نے مل کر عالم اسلام کے خلاف جو گہری سازش تیار کی ہے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ مسلمان ایک زبردست تباہی سے گذر رہے ہیں۔ عراق، کویت، سعودی عرب اور دیگر عرب حکمرانوں کو درست فیصلوں کا قدرت نے جو وقت دیا تھا وہ بدقسمتی سے ضائع کر دیا گیا ہے۔ آگے جو کچھ ہونا ہے اس کا تصور بڑا بھیانک اور کرب انگیز ہے صورت حال جو کچھ بھی ہو صدام حسین سمیت تمام عرب سربراہ اس کے ذمہ دار ہیں۔ امریکہ اور یورپ کی تمام افواج نے کویت کی بحالی کی بجائے اسرائیل کے تحفظ کو اپنا مقصد اول قرار دے رکھا ہے اور اسی مقصد اور حصول کی خاطر امریکہ و یورپ نے اپنے شکاری کتے (اسرائیل) کو تل ابیب کے کھونٹے سے باندھ رکھا ہے۔ عراق کی فوجی قوت عالم اسلام کا اثاثہ تھا۔ اس کی تباہی میں اسرائیل کی عافیت اور مسلم دنیا کی عدم سلامتی مضمر ہے۔

مسلمان کو اس وقت جو نکبت و رسوائی اور سزا ملی ہے اس کے اسباب غیبی اخلاقی، دینی اور روحانی ہیں تو ان کا علاج بھی دینی اور روحانی اور خالص اسلامی نقطہ نظر سے تجویز ہونا چاہیئے۔ دراصل خود مسلمانوں نے اسلام پر ظلم ستم ڈھایا مذہب کو کارگہ حیات سے بے دخل اور بے تعلق کر دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں کو جو صحیح علم، حکیمانہ اور عادلانہ دستور زندگی اور انہیں کی زبان میں جو معجز کتاب عطا ہوئی تھی اس کی انہوں نے کوئی قدر نہ کی۔

اور اس کو چھوڑ کر دوسرے مذاہب و ادیان اور دوسرے فلسفوں و نظامہائے حیات سے رشتہ جوڑ لیا۔ ایک وہ زمانہ تھا جب مسلمان بغداد سے آدھی دنیا پر حکومت کرتے تھے۔ دنیا و آخرت دونوں کی سعادتوں سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ اجسام و قلوب سب پر ان کی حکمرانی تھی لیکن جب مسلمانوں نے اسلام کی نعمتوں کو ٹھکرا دیا تو ذلت و خواری اور فلاکت و ادبار میں جا گرے۔

دراصل عذاب الٰہی کی وجہ وہ منافقانہ تضاد ہے جو اسلامی ممالک میں عمومیت کے ساتھ وہاں کے سربراہوں اور ذمہ داروں کے اقوال و افعال اور اسلام کے تعلیمات اور وہاں کی روزمرہ زندگی میں پایا جاتا ہے جس کو دور کئے بغیر نہ اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے آسکتی ہے اور نہ یہ ممالک خطرہ سے نکل سکتے ہیں۔

خلیج کی تباہ کن، تاریک بھیانک اور لرزہ خیز جنگ سے یہ بات ایک بار پھر واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کہ عالم اسلام مجموعی طور پر خود شناسی اور خود اعتمادی کی دولت سے محروم ہے اس وسیع اسلامی دنیا میں جو ملک آزاد ہیں وہ بھی ذہنی، فکری، سیاسی، علمی، اقتصادی اور فوجی حیثیت سے مغرب کے اسی طرح غلام ہیں جس طرح ایک ایسا پسماندہ ملک غلام ہوتا ہے جس نے غلامی ہی کے ماحول میں آنکھیں کھولیں اور ہوش سنبھالا ہو۔

لاریب بعض اوقات اسلامی ملکوں کے سربراہ سیاسی میدان میں قابل تعریف اور بعض اوقات خطرناک حد جرأت و ہمت کی بات کرتے ہیں اور بعض اوقات مہم جوئی اور اپنی رعیت و ملک و قوم کی بازی تک لگا دینے سے باز نہیں آتے لیکن فکری، تہذیبی، تعلیمی اور خالص دینی نقطہ نظر سے ان سے اتنی بھی خود اعتمادی، انسانی ہمدردی، اخلاقی اقدار، قوم و ملت کے تحفظ، انتخاب کی آزادی اور دینی و ملی صلاحیت کا اظہار نہیں ہوتا جتنا کہ کسی ایک عاقل بالغ انسان سے اس کی توقع کی جاتی ہے۔

حالانکہ فلسفہ تاریخ کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ فکری، تہذیبی، اخلاقی اور تعلیمی غلامی، سیاسی اور فوجی غلامی سے زیادہ خطرناک عمیق اور مستحکم ہوتی ہے اس کی موجودگی میں ایک حقیقت پسند فاتح قوم کے نزدیک کسی بھی سیاسی غلامی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

بدقسمتی سے جو طبقہ اس وقت اسلام کی قسمت کا مالک بنا ہوا ہے وہ تمام تر مغرب کا نہ صرف خوشہ چین۔ بلکہ دایۂ مغرب کا شیر خوار بچہ ہے جس کا ذہنی گوشت پوست اسی کے دودھ اور اسی کے خونِ جگر سے تیار ہوا ہے اور اب اسی طبقہ نے پوری امت کو تباہی کے کنارے پہ لا کھڑا کیا ہے۔

اہل مغرب نے دور رہتے ہوئے بھی عرب اور اسلامی ملکوں کے گرد ایسا گھیرا ڈالا اور ایسے حالات پیدا کر دئیے

کہ غلامی کے کہنہ اور فرسودہ طریقوں سے کہیں زیادہ یہ آزاد ملک، مغربی طاقتوں کے پنجۂ اقتدار میں گرفتار ہو گئے ہیں اور اب کی جو صورت حال ہے وہ اکبر مرحوم کے اس پرانے شعر کی ایک وسیع اور پر از حقیقت تشریح سامنے آ رہی ہے کہ شاید خود شاعر کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی ؎

کس رہے ہیں اپنے منقاروں سے حلقہ جال کا
طائروں پر سحر ہے، صیاد کے اقبال کا

موجودہ گھمبیر صورت حال اور حکمرانوں کے طرز عمل سے یقین ہونے لگتا ہے کہ یہ سربراہ مغربی طاقتوں کے (دانستہ یا نادانستہ) آلۂ کار، ان کے تخریبی مقاصد میں ہم نوا بن گئے ہیں جو عالم اسلامی کی تباہی اور مسلمانوں کی ہلاکت و رسوائی کی راہ میں کوئی قابل ذکر مزاحمت نہیں کر سکتے۔

جہاں تک امریکہ اور اہل مغرب کا تعلق ہے وہ عالم اسلام کے بارے میں کبھی مخلص اور نیک نیت نہیں ہو سکتے۔ یہ اس پچھلی تاریخ کا بھی تقاضا ہے جن پر صلیبی جنگوں کے گھنے سائے چھائے ہوئے ہیں۔ اور سلطنت عثمانیہ اور مغربی ممالک کی طویل اور خون ریز آویزش کی گہری چھاپ پڑی ہوئی ہے۔ یہ حقیقت کا بھی تقاضا ہے کہ صرف عالم اسلام ہی میں مغرب کے عالمگیر اقتدار کو چیلنج کرنے اور ایک ایسا نیا بلاک بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے جس کی بنیاد وحدانہ فلسفۂ زندگی اور عالمگیر دعوت پر ہو۔ یہ ان قدرتی وسائل اور ذخائر کی قدر و قیمت کے احساس کا بھی نتیجہ ہے جو عالم اسلام بالخصوص عالم عرب کے مختلف گوشوں میں بڑی افراط اور فراوانی کے ساتھ پائے جاتے ہیں اور جو مغرب کی صنعتی و تجارتی نیز سیاسی اقتدار کے لئے بڑی اہمیت اور بعض اوقات فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں۔

خلیج کا معاملہ اتنا سادہ ہرگز نہیں ہے کہ آپ آسانی سے کسی ایک جانب کی بات کر کے مطمئن ہو جائیں اس میں کسی مسلمان کے لئے واضح طور پر یک طرفہ پالیسی اختیار کرنا آسان نہیں، اہل اسلام کے لئے اس وقت سب سے اہم بات امت مسلمہ کا مفاد ہے۔

صورت حال بہت پیچیدہ ہے اور اس کی پیچیدگی بالخصوص مسلمان راہنماؤں سے بڑی سنجیدگی، ذمہ داری اور تدبر کا تقاضا کرتی ہے مگر بدقسمتی سے ہمارے ملک کے بعض طالع آزما سیاستدان خلیج کی جنگ کو کھینچ کر اپنے ملک کے کوچہ و بازار میں لے آنا چاہتے ہیں ــــ یہی افسوسناک المیہ ہے کہ ہمارے ملک کے سیاسی زعماء، اپنے ملک میں قومی سطح پر خلیج کی جنگ برپا کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ہمارے ملک کے سیاسی زعماء کو کس طرح کا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے یہ جاننے کے لئے بقراط کی عقل ہرگز درکار نہیں۔

ملک کو ہر قیمت پر عدم استحکام اور انتشار کا شکار کرنا ہو تو دوسری بات ہے ورنہ یہ حالات موجودہ ہمارے

حالات احتجاج، مظاہروں، ہڑتالوں، جلوسوں ہڑبونگ کے متحمل نہیں، تدبر بالغ نظری اور خالص مسلمانی اور اسلامیت کے متقاضی ہیں۔

خلیج کی جنگ میں بھی مسلمانوں کا نقصان، اور مسلمان ملکوں میں دھڑے بازی اور باہمی مناقشت و جدال بھی مسلمانوں ہی کا نقصان، اور اہل اسلام کے مشترکہ دشمن کا فائدہ ہے خدا کرے کہ ارباب سیاست خالص اسلامی طرز عمل کو سیاسی شعبدہ بازی پر ترجیح دے سکیں۔

خلیج میں مسئلہ جنگ کے کئی پہلو ہیں سیاسی، قومی، جغرافیائی اور اقتصادی، سب پہلوؤں کی اہمیت اپنی جگہ اہم ہے لیکن ہم نے تو بحیثیت مسلمان کے اسے عالم اسلام، مسلم امۃ، بیت المقدس، حرمین الشریفین اور خالص اسلامی تعلیمات کے زاویے سے دیکھنا ہے جن حضرات کو عالمی سیاست بالخصوص مشرق وسطیٰ کی سیاست پر گہری نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ جب مشرق وسطیٰ میں صدر ناصر مرحوم اور ان کے نظریہ قومیت کا طوطی بول رہا تھا پاکستان میں بھی سیاسی و دینی زعماء اور اکابر علماء (جو زندگی بھر برطانوی سامراج سے برسرپیکار رہے اور یہ نفرت و عداوت ان کے دل و دماغ پر حاوی رہی) پر صدر ناصر کی عقیدت و محبت پوری طرح غالب ہو گئی تھی جو کبھی کبھی ایسے غلو کی صورت اختیار کر جاتی جس طرح تحریک خلافت کے دوران ہندوستان کے بہت سے مخلص ترین بزرگ ترکی کے مصطفےٰ کمال کی محبت میں گرفتار ہو گئے تھے۔ گو ان ہر دو باتوں کا اصل محرک بھی انگریز دشمنی ہی ہوتا ہے مگر غلو محبت میں کسی آئیڈیل اور محبوب شخصیت کے اکثر خدوخال اوجھل ہو جاتے ہیں اور صرف محاسن ہی محاسن پر نظر رہتی ہے اور بدقسمتی سے رشتہ اعتدال ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ ادھر نفرت کے معاملے میں صرف معائب پر نظر ہوتی ہے اور اس کے دوسری جانب صرف محاسن پر ـــــ کچھ ایسی ہی صورت حال صدر صدام حسین، ان کی کویت پر جارحیت، نتیجہ میں امریکی اور یورپی اقوام کی بہیمیت و سفاکی، عراق میں حکومتی بعث پارٹی، اس کے نظریات و منشور اور عالم اسلام کے ساتھ ان کے رویے و سلوک اور اس کے جائزے و تبصرے میں ہماری رائے میں درست موقف "اعتدال کی راہ" ہے غلو و مبالغہ اور بے جا جذبات کا علم و اخلاق اور حقائق سے کوئی تعلق نہیں۔

وہ دن عربوں کی تاریخ کا بڑا منحوس دن تھا جب مشرق وسطیٰ اور خاص طور پر حرمین شریفین میں ترکوں کے خلاف بغاوت کی سرخ آندھی چلی تھی اگر عربوں کی تاریخ کبھی صداقت اور دیانت کے ساتھ لکھی جائے گی تو یہ لکھا جائے گا کہ عربوں کی تاریخ کا سب سے تاریک دن یا منحوس گھڑی وہ تھی جب خود عربوں نے خلافت اسلامیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس مہلک غلطی کے بعد خلیجی ممالک، عالم اسلام بالخصوص عربوں کے لئے تاریخ کا بدترین دن وہ تھا جب صدر صدام حسین اپنے پڑوسی اور محسن ملک پر چڑھ دوڑا اور اس طرح یہودیوں کے لئے عالم اسلام پر یلغار کی راہ

ہموار کردی ـــــ بہرحال اس زمانہ میں ایک چھوٹی سی جماعت عربوں کے رجحان کے خلاف تھی جس کی نگاہ دوربین تھی، ان کا تاریخی مطالعہ وسیع اور عمیق تھا وہ جانتے تھے کہ اس زمانہ میں عربوں کی مخالفت کرنا ـــــــــــــــ اپنے کو خطرے میں ڈالنا تھا بے عزتی اور یہاں تک کہ بعض اوقات ہلاکت کا سامان مہیا کرنا تھا مگر اس جماعت کا عقیدہ تھا کہ عرب اس اقدام سے خودکشی کا ارادہ کر رہے ہیں وہ خلیفۃ المسلمین کے خلاف بغاوت کرکے اپنے سب سے بڑے دشمن انگریز کے آلۂ کار بن گئے ہیں۔ اس چھوٹی سی جماعت میں جو لوگ بہت نمایاں تھے ان میں امیر شکیب ارسلان اور مفتی امین الحسینی کو امتیازی مقام حاصل تھا۔

اس "فئۃ قلیلۃ" نے اس زمانہ میں ایک ایسی حکومت، دعوت اور تحریک کے خلاف محاذ کھول دیا، جو عصر حاضر کی ان تمام طاقتوں سے مسلح تھی جو کسی بڑی حکومت وسیع ملک اور شاطر قیادت کو حاصل ہوتی ہیں کہاں مصر کا سحر سامری اور دبدبۂ فرعونی، جس کے جلو میں صحافیوں، ادیبوں، خطیبوں، مصنفین اور اہل قلم کا لشکر اور ذرائع ابلاغ کے زبردست مراکز تھے جنہوں نے اچھی اچھی مخالف عرب حکومتوں کے چھکے چھڑا دئے تھے اور کہاں محدود تعداد میں چند اہل بصیرت کی نحیف و نزار آوازـــــــ مگر بہت جلد اسلام پسند معتدل المزاج اور حقیقت بین حلقوں میں جو مصر کی اس "خانہ برانداز" تحریک سے بے چینی محسوس کر رہے تھے لیکن کھل کر اپنی بیزاری کا اظہار اور مصری قیادت پر تنقید نہیں کر سکتے تھے مقبولیت حاصل کر لی اور انہوں نے ان حضرات کو نہ صرف یہ کہ اپنے خیالات کا ترجمان بلکہ اپنے زخموں کا مرہم اور اپنے درد کا دوا سمجھا۔

یہ تفصیل اور پس منظر کے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح ۵۲ء میں مصر کی زمام اختیار و قیادت صدر ناصر مرحوم کے ہاتھ میں آئی اور قومیت عربیہ کی وہ تیز و تند آندھی اٹھی جو عرب نوجوانوں بلکہ پختہ کار عربوں کی بھی ایک بڑی تعداد کو اڑا لے گئی۔ بڑے بڑے تناور درخت اور علم و ادب کے کوہ پیکر شخصیتیں اس طوفان میں پتہ کی طرح اڑتی اور اس سیلاب میں تنکے کی طرح بہتی نظر آتی تھیں۔ آج بھی قومی سیاست اور ملکی صحافت کا مزاج ایسا ہی بگڑا ہوا ہے کہ جو لوگ اس فتنۂ عالم آشوب سے متاثر نہیں ہیں جن کی نظر اصل حقائق پہ ہے اور جو متحارب قیادت پر (خواہ وہ، سعودی حکومت کا امریکی فوج کو بلانے کا اقدام ہو یا عراقی قیادت کی کویت پر جارحیت ہو جو اس تمام تر کھیل کا اصل کھلاڑی ہے) پر جائز اور اصولی تنقید کرنا چاہتے ہیں یا اصل محرکات اور حقیقی چہروں کو بے نقاب کرنا چاہتے ہیں۔ آگ لگانے والے ہاتھ کی نشاندہی کرتے ہیں، پس منظر اور محرکات کی بحث چھیڑتے ہیں اور آگ بجھا سکنے والے کا نام بتاتے ہیں۔ تو وہ ان غضب ناک نوجوانوں کا نشانہ بنا دئے جاتے ہیں۔ جو چلتی ہوا اور بہتے دھارے کا ساتھ دینے کے مردود فلسفہ پر ایمان لا چکے ہیں۔ اور جن پر محض نعرہ بازی اور اشتعالی و پرکشش جذباتی تقریروں کا نشہ چڑھا دیا گیا ہے

مگر جب آنکھیں کھلیں گی حقائق سامنے آئیں گے تب پتہ چلے گا کہ ع

افرسٌ تحت رجلك ام حمار

"تاہم یاد رہے کہ اپنے گناہ کا اعتراف، اپنے جرم و بغاوت سے توبہ اور علی الاعلان جارحیت سے ندامت کا اعلان ہی رحمت و نجات اور نصرت پروردگار کا ذریعہ بنتے ہیں اور اس کی توقع بھی کسی مرد ظالم و فاسق سے نہیں صرف مرد مومن ہی سے کی جاسکتی ہے ۔ ولاتھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ٥

اس وقت امت مسلمہ جن حالات سے گذر رہی ہے پورے عالم اسلام کے حالات خواہ وہ بیت المقدس کا مسئلہ ہو یا کویت یا خلیج کا تحفظ حرمین شریفین کا معاملہ ہو یا دیگر اسلامی ممالک، اور ہندوستان پاکستان کا، ان سب کا حل اسی میں ہے کہ ہم اپنے حالات میں تغیر پیدا کریں، اپنی کوتاہیوں، اسلامی تعلیمات سے انحراف و دوری کا جائزہ لیں اور اپنے کو بدلنے کا بھی ارادہ کریں کہ اپنے میں تبدیلی لانے کا ارادہ اور فیصلہ بھی بذات خود ایک تاثیر رکھتا ہے جہاں خرد و ہوشمندی اور حکمت و دانائی کے ساتھ تدابیر اور وسائل کا اپنانا ضروری ہے وہیں دعا و انابت کی شدید ضرورت ہے کہ دعا و انابت، توبہ و استغفار ہی مومن کا وہ ہتھیار ہے جس کا نشانہ خطا نہیں جاتا اور وہ رحمت خداوندی کو متوجہ کر لیتا ہے ۔

واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے، ہمارے گناہوں، نافرمانیوں، خدا اور رسولؐ کے حکموں کو توڑنے اور اسلامی تعلیمات سے منہ موڑنے کی وجہ سے ہو رہا ہے ۔ ہم نے غلطی کی ہے ہم سے بہت سی کوتاہیاں ہوئی ہیں جنہوں نے غضب خداوندی کو بھڑکا دیا ہے ۔ ہم ہزار گنہگار سہی لیکن اس کے باوجود اپنا خالق و مالک، حاجت روا اور کارساز ملجا و ماوی، ذات باری ہی کو سمجھتے ہیں اور گاڑھے وقتوں میں اسی کو پکارتے ہیں، اس سے کہتے ہیں :۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطانا، ربنا ولا تحمل علینا اصرًا کما حملتہٗ علی الذین من قبلنا، ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ، واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ٥

"اے ہمارے پروردگار! ہم کو نہ پکڑ اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں، اے ہمارے پروردگار نہ رکھو ہم پر بوجھ جیسے تو نے ان لوگوں پر رکھا جو ہم سے پہلے تھے ۔ اور مت اٹھوا ہم سے وہ جس کی ہمیں طاقت نہیں، اور معاف کر ہمیں اور بخشں اور رحم کر ہم پر — تو ہمارا سہارا ہے ہماری مدد کر نہ ماننے والوں پر ۔"

ربنا لا تجعلنا فتنۃ للذین کفروا واغفر لنا ۔ ربنا انك انت العزیز الحکیم

"اے ہمارے آقا! ہمیں منکروں کے لیے فتنہ نہ بنا دے اور اے ہمارے رب! ہمارے
قصوروں سے درگذر فرما۔ بیشک تو ہی زبردست اور دانا ہے"

مچھلی کے پیٹ اور سمندر کی سطح میں پہنچ جانے کے بعد کون بچا سکتا ہے لیکن جب حضرت یونس علیہ السلام نے دعا کی ہے۔

"(اے مولا) تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور بیشک میں قصوروار ہوں"

تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مچھلی کے پیٹ اور سمندر کی تہ سے باہر نکال دیا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے جن الفاظ میں دعا کی وہ یہ تھے :۔

لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظّٰلمین ۔

ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ جو مصیبت زدہ بھی یہ دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے گا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ کیا اللہ کے رسولؐ یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کے لیے خاص تھی یا عام مسلمانوں کے لیے ہے؟ آپؐ نے فرمایا تم نے اس آیت پر غور نہیں کیا ۔

ونجینٰہ من الغم و کذٰلک ننجی المومنین ۔

"ہم نے اسے غم سے نجات دی (دیکھو) اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں"

کیوں نہ ہم بھی اس دعا کا اہتمام کریں اور گناہوں سے پرہیز اپنا شعار بنائیں ـــــ جو آقا ہم سے ناراض اور خفا ہے وہی خود کہتا ہے کہ مجھ سے مانگو میں دوں گا۔ توبہ کرو، توبہ قبول کروں گا۔ ہمارا آقا رحیم ہے، کریم ہے، غفور ہے، عفو ہے لہٰذا ہم کتنے ہی گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہوں۔ اپنے اندر تبدیلی لائیں۔ دامن توبہ تھام لیں۔ رحیم کی رحمتوں سے مایوس نہ ہوں کہ :۔

انہ لا ییئس من رحمۃ ربہ الا الضّٰالون ٥

لہٰذا ہم جس حال میں بھی ہیں اپنے رب سے لو لگائیں۔ گناہوں سے توبہ کریں، اسی کے سامنے اپنا سرِ نیاز جھکائیں ۔ راتوں کی تنہائی میں اس کے سامنے روئیں اور گڑگڑائیں، اپنی پیشانی اس کے در پر رگڑیں وہ ہماری سنے گا وہ ہمارے دلوں کو ہدایت سے معمور بھی فرمائے گا، اور مصائب خطرات کے بادل بھی چھانٹ دے گا۔ ہمارے بگڑے ہوئے ماحول و معاشرہ کو بھی بدل دے گا اس ایک در کے سوا کوئی اور در نہیں، جہاں سے کچھ ملے، یا مانگا جاسکے وہ رب کریم ہر زبان کو سمجھتا ہے ہم جس زبان میں بھی اپنے ٹوٹے ہوئے دل، تھرتھراتے ہوئے ہونٹوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ مانگیں گے اور کہیں گے

تیرا شیوہ کرم ہے اور میری عادت گدائی کی
نہ ٹوٹے آس اے مولا تیرے در کے فقیروں کی

تو وہ ہماری دہائی اور پکار کو ضرور سنے گا بگڑے ہوئے حالات کو سدھارے گا۔

تاریخ اسلام میں ایسے حالات بار بار آتے ہیں لیکن جب اپنے حالات میں تبدیلی لاکر اس کو پکارا گیا ہے اور اپنے اندر رجوع و انابت کی کیفیت پیدا کی گئی ہے اور دعا و استغفار کا ماحول بنایا گیا ہے تو بے سان و گمان ایسی جگہ سے اس کی مدد آئی ہے جہاں انسان کا تصور و خیال بھی نہیں جاسکتا۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں اپنے ماحول کو بدلنے کی کوشش کریں اپنے معاشرہ کو اسلامی تعلیمات کے رنگ میں رنگنے کی فکر کے ساتھ ساتھ دعا و استغفار کا ماحول بنائیں۔

اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ ٥

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن صاحبؒ کا سانحہ ارتحال

شیخ بنوریؒ کے جانشین، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے مہتمم، وفاق المدارس العربیہ کے ناظم اعلیٰ اتحاد امت کے داعی اور تحریک نفاذ شریعت کے عظیم رہنما حضرت العلامہ مولانا مفتی احمد الرحمن صاحب رجب [illegible] کے دوسرے عشرے میں اچانک حرکت قلب بند ہونے سے راہی عالم آخرت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا عجب کہ عالم اسلام کی زبوں حالی، امت مسلمہ کے انتشار اور خلیجی ممالک میں درندگی و سفاکیت کے ہولناک مناظر مرحوم کے لئے صد درجہ اذیت ناک اور ناقابلِ برداشت ہوں تو عالمِ بالا میں آخرت کی عافیت سے انہیں نوازنے کے لئے یہ صدا گونجی ہو یا ایتھا النفس المطمئنۃ ٥ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ٥ فادخلی فی عبادی ٥ وادخلی جنتی ٥

حضرت مفتی صاحب مرحوم عظیم محدث حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کاملپوریؒ کے فرزند اور محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں ان کے جانشین تھے۔

ان کی نورانی صورت دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک فرشتہ آسمان سے نازل ہوا ہے ان کے اندر بھی اکابر علماء دیوبند کی طرح خلوص وللہیت، انکساری و تواضع اور محبوبیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دیانت و شرافت علمی ان کی پیشانی سے جھلکتی بلکہ ابلتی تھی۔ علم و حکمت اخلاق و کردار اور تقویٰ و طہارت کی صفاتِ کمال سے متصف تھے

حضرت مفتی صاحبؒ کو بارہا حرمین شریفین حاضری کی سعادتیں بھی حاصل ہوتی رہیں مرحوم کا حرمین شریفین بالخصوص مدینہ طیبہ میں سوز و گداز استغراق وانہماک قابلِ دید تھا ادھر سے عشق سچا اور طلب صادق تھی تو ادھر سے بارہا سعادتِ حج و زیارۃ سے مشرف ہوتے رہے

تمام عمر علوم نبویہ اور فنون اسلامیہ کی درس و تدریس میں منہمک رہے۔ —— تعلیم و تدریس، خدمتِ علم و طلبہ، تنظیم مدارس، استحکام وفاق، اتحادِ امت کی دعوت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مسلسل

مساعی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ ان کی حیاتِ مستطاب کا ہر صفحہ نورانی اور ہر ورق زرّین ہے۔

ان میں اپنے عظیم والد حضرت کاملپوری اور محدث العصر شیخ بنوریؒ کے اخلاق کا پرتو تھا وہ عالی حوصلہ فراخ چشم، فیاض، متحمل و بردبار، متواضع اور کریم النفس تھے۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی، وفاق المدارس العربیہ پاکستان اور مختلف دینی تنظیموں کے نظام مالیات اور عام جماعتی و اجتماعی معاملات میں عفیف و نزیہ اور دیانتدار و امین تھے۔

جمہور اہل اسلام کے قدیم اور دیرینہ مطالبہ ملک میں نفاذ شریعت اور غلبۂ اسلام کی ہر تحریک اور اس سلسلہ کی پیش رفت کے ہر اقدام میں، حکمرانوں اور باطل قوتوں کے لئے سینہ سپر رہے بالخصوص ماضی قریب کے ادوارِ حکومت میں ملک کے نظریاتی اساس کے تحفظ، پارلیمنٹ میں نفاذِ شریعت بل کی جدوجہد، ملک میں نفاذِ شریعت کی تحریک متحدہ شریعت محاذ کی تشکیل، متحدہ سنّی محاذ، عورت کی حکمرانی کے خلاف متحدہ علماء کونسل کے قیام اور عملی جہاد، رفض و بدعت اور سارقین ختم نبوت کے بھرپور تعاقب میں مرحوم نے حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا بھرپور ساتھ دے کر ہراول دستے کا کردار ادا کیا۔

پاک سرزمین میں ان اہم محاذوں پر عزم و ہمت کے ساتھ خدمت کے لئے تقدیر الٰہی نے ہمیشہ اولوالعزم علماء و مشائخ، قائدین اور جانباز و جان فروش مجاہدین کا انتخاب کیا وہ فہرست شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ سے شروع ہوئی اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے ہو کر سالار قافلۂ ختم نبوت مولانا سید محمد یوسف بنوری، قائد ملت مولانا مفتی محمود اور قائد شریعت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ پر ختم ہوتی ہے۔ اس فہرست میں مزید جن ناموں کا اضافہ ہوتا رہا حضرت مولانا مفتی احمد الرحمن مرحوم کو ان میں خصوصی مقام اور امتیاز حاصل ہے مرحوم نے جس میدانِ عمل میں بھی قدم رکھا خود اعتمادی اور جرأت و ہمت کے ساتھ رکھا بلکہ اپنی بصیرت، ذہنی و علمی صلاحیت اپنی قوتِ عمل اور اپنے امتیاز کا نقش قائم کر دیا۔

مرحوم حد درجہ خلیق اور معتدل المزاج تھے اجتماعی مشاورتوں میں کسی وقت بھی اشتعال میں نہیں آتے تھے بلکہ بعض اوقات تو حیرت ہوتی تھی کہ نہایت اشتعال انگیز موقع پر بھی وہ نہایت دھیمے انداز میں بالکل ٹھنڈے طریقہ پر اس کی تردید کرتے تھے اس میں جھنجھلاہٹ، تلخی اور ناگواری نہیں ہوتی تھی۔ اور بعض اوقات اہم اجتماعی اور ملی و تحریکی امور میں بعض حساس اور نازک مرحلوں میں جس طرح ان کی ذہانت، صلح پسند طبیعت، حاضر دماغی، صدابدید اور مؤثر شخصیت نے خوش اسلوبی سے عقدہ کشائی کی اس کی مثالیں سلفِ صالحین ہی کی تاریخ میں ملتی ہیں۔

مرحوم کے اچانک سانحہ ارتحال کی خبر دارالعلوم حقانیہ میں صاعقہ بن کر گری، اساتذہ و طلبہ سب حیرت زدہ اور غم زدہ تھے۔ جامع مسجد دارالعلوم میں قرآن خوانی، ایصال ثواب اور تعزیتی جلسہ اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔

دار العلوم حقانیہ اور ادارہ الحق حضرت مفتی صاحب مرحوم کے سانحہ ارتحال میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ، مرحوم کے تلامذہ ومتوسلین، برادران ودیگر اعزّہ کے ساتھ اس صدمہ میں برابر کا شریک اور حضرت مفتی صاحب کے رفع درجات کا متمنی ہے اور خود کو تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے۔

اللہ کریم مرحوم کے پسماندگان وجملہ متعلقین کو اس صدمۂ عظمیٰ کے تحمل وبرداشت اور ان کے عظیم مشن کی تکمیل اور ذمہ داریوں کے نباہنے کی توفیق دے۔

اللھم اغفرلہ ونور ضریحہ واجزہ عنا وعن جمیع المسلمین

خیر الجزاء وارفع درجتہ فی علیین وعوض المسلمین فیہ خیرا

حضرت مولانا محمد ایثار القاسمیؒ کی المناک شہادت

ابھی ہم شہید ناموس صحابہؓ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی کی مظلومانہ اور المناک شہادت کے غم سے فارغ نہ ہونے پائے تھے کہ عظمت صحابہؓ کے منادی اور تحریک نفاذ شریعت کے عظیم رہنما، ملت کے غم خوار، دجل وتلبیس، رفض وعداوت سے برسرپیکار اور چراغ مصطفوی کے لئے شرار بولہبی سے ستیزہ کار جواں سال جواں مرگ مرد مجاہد بطل جلیل حضرت مولانا محمد ایثار القاسمیؒ کو بھی ضمنی الیکشن کے روز (۱۰ جنوری) گوگیاں بستی ضلع جھنگ میں شہید کردیا گیا فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

مولانا ایثار القاسمی شہید بھی اپنے پیش رو مولانا جھنگوی کی طرح علاقہ جھنگ پر ایک طویل اور قدیم عرصہ سے جاگیرداروں اور وڈیروں کی مضبوط گرفت اور ان کے سیاسی ومعاشی استحکام کے باوصف، ان کے ظلم وتشدد مطلق العنانیت اور رفض وشیعیت کے فروغ ویلغار اور جاگیردارازم کے خلاف نبرد آزما ہوئے ان کے غرور ونخوت کو للکارا، اس عظیم اور مقدس مشن کی تکمیل کے لئے انتخابات کے میدان میں کود پڑے اور بالآخر اس بے سروسامان درویش نے الیکشن میں جنگ جیت لی۔ موصوف گذشتہ انتخابات میں جھنگ سے قومی اور صوبائی اسمبلی کی دونوں نشستوں پر کامیاب ہوئے تھے اور اب صوبائی اسمبلی کی چھوڑی ہوئی نشست پر اپنے نامزد امیدوار کی الیکشن کے مہم میں مصروف تھے کہ ازلی شقاوت کے ماروں کی گولیوں کا نشانہ بنادئے گئے۔

مرحوم اخلاص، جوش عمل اور سوز دروں کا زاد ِراہ لئے کر، رفض وقادیانیت، منافقت اور دجل وتلبیس کا تعاقب کرتے ہوئے ایوان اسمبلی میں پہنچے اور اپنے مقدس مشن کی تکمیل کرتے ہوئے ایوان حکومت میں اپنی آخری تقریر میں بے باکی اور جرأت وشجاعت کے ساتھ حقیقت پر مبنی موقف کا برملا اظہار کیا۔ (موصوف کی اسمبلی میں آخری تقریر اسمبلی سیکرٹریٹ سے حاصل کرکے اسی شمارہ میں شریک اشاعت کردی ہے)

تحفظ ناموس صحابہؓ اور شریعت بل کی منظوری و نفاذ کے مسئلہ کی ان کو دھن لگی ہوئی تھی۔ وہ اسے محض ملی مسئلہ ہی نہیں خاندانی، انفرادی اور ذاتی مسئلہ سمجھتے تھے۔ حضرت قاسمی شہید تحریک نفاذِ شریعت کے علمبردار، سب سے بڑے وکیل اور جمعیۃ علماء اسلام اور انجمن سپاہ صحابہؓ کے بے باک قائد و رہنما تھے۔

مولانا قاسمی نے خالص دینی سیاست اور جذبۂ جہاد سے تحفظ ناموس صحابہؓ اور مسئلہ شریعت بل کو اسمبلی میں بھی اپنی پوری تابانی اور اہمیت کے ساتھ زندہ رکھا ــــ مولانا سمیع الحق اور ان کے رفقاء نئے دور حکومت میں پھر سے ارباب حکومت اور اہل سیاست سے نفاذِ شریعت کے لئے پنجہ آزمائی کر رہے تھے جب کہ مولانا ایثار القاسمی اس گروہ مجاہدین کے ایوانِ اقتدار میں بے باک وکیل تھے۔

مولانا قاسمی، حق نواز شہید کے رفیق خاص، ان کے معتمد اور نائب و جانشین تھے ان میں فطرتی اور قدرتی طور پر ذہانت و طباعی اور جرأت و حق گوئی کا خداداد جوہر موجود تھا ان کی طبیعت میں قبول حق اور اس کے اظہار و اعلائے کلمۃ الحق کی بھرپور صلاحیت اور ان کی فطرت میں وہ بے چینی اور بے تابی موجود تھی جس نے ان کو بہت ہی مختصر مدت میں شعلہ جوالہ بنا دیا۔ مرحوم کی تقریر کے آتشیں جملے شعلے برساتے تھے خطیبانہ اخلاص، بے ساختگی و برجستگی اور زور و روانی ایسی پیدا ہوگئی کہ بہت جلد آتش نوا مقررین کا شیوہ اور شعلہ بار خطیبوں کا خاصہ ان میں پیدا ہوگیا۔

مولانا حق نواز جھنگوی ہوں یا مولانا ایثار القاسمی، ان کے مساعی و اہداف اور تمام تر جدوجہد کا دستور العمل حماسہ کا یہ شعر تھا جو ایک اسلامی شاعر نے اپنی تعریف کرتے ہوئے کہا ؎

اذا ھم القی بین عینیہ عزمہ
ونکب عن ذکر العواقب جانبا

جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا ہے تو اپنے مقصد کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھ لیتا ہے اور نتائج سے بالکل آنکھیں بند کر لیتا ہے۔

مولانا حق نواز شہید اور مولانا قاسمی شہید ان خوش قسمت مجاہدین میں تھے جن کے لئے جہاد و قربانی کا اجر اللہ تعالیٰ نے قیامت میں دینے کے لئے رکھا ہے۔ ابھی جوانی تھی زندگی کی کم بہاریں دیکھی تھیں اپنی تحریک و جہاد کے ثمرات ابھی کم دیکھے تھے ان کی آرزو تھی کہ ملک میں تحفظ ناموس صحابہؓ کا مشن کامیاب ہو، نظام خلافت راشدہ کا راج ہو، شریعت بل کی منظوری و نفاذ ہو اور ملک امن کا گہوارہ بنے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ملک میں نفاذ شریعت کی بہار دیکھنے کے مستحق تھے مگر اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا، ظلم پہ ظلم، طعنوں پہ طعنے اور اپنوں اور اغیار کی یلغار اور دشمنوں کی دشنام طرازیاں اور دھمکیاں بڑے صبر و استقلال کے ساتھ سہتے رہے مگر ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آئی۔ انہوں نے قوم کو جو مشن دیا، پیغام دیا،

اور جس انداز سے اور جس جرأت و شجاعت سے تحریک چلائی اور رفض و شیعیت کو جس بہادری سے للکارا، ان کی للکار اور پکار ملک کے بچے بچے اور اطراف واکناف عالم اور کائنات کے ذرّے ذرّے پر ثبت ہو گئی ہے ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

مگر قوم نے ان کو جو صلہ دیا تو اس پر ان کو وہی کہنے کا حق ہے جو ایک شکستہ دل پیغمبر نے اپنی قوم سے کہا تھا :-

"ولکن لا تحبون الناصحین"

جہاں تک تحفظ ناموس صحابہؓ اور نفاذ شریعت کی جدوجہد میں کامیابی کا سوال ہے تو ان کو یہ بھی کہنے کا حق حاصل ہے کہ ؎

جو تجھ بن نہ جینے کو کہتے تھے ہم
سو اس عہد کو ہم وفا کر چلے

دارالعلوم میں مرحوم کے لئے ایصال ثواب، دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔ دارالعلوم کے مہتمم مولانا سمیع الحق مدظلہ مرحوم کی المناک شہادت کی خبر سنتے ہی جھنگ کے لئے روانہ ہو گئے۔ جہاں انہوں نے نماز جمعہ بھی پڑھایا اور جنازہ میں شرکت کی۔ خدا کرے کہ ارباب حکومت کو توفیق ہو کہ شہید کے قاتلوں کو تعزیر کے مرحلہ سے گذار کر انہیں ان کے انجام تک پہنچائیں ؛ رحمہم اللہ تعالیٰ ورضی اللہ عنہم وارضاہم

(عبدالقیوم حقانی)

مولانا عبدالقیوم حقانی

ایران میں "متعہ" کا قانونی تحفظ

یا

زنا اور بدکاری کے فروغ کی سرکاری سکیم

روزنامہ سنڈے ایکسپریس لندن کے مطابق ایران کے صدر علی اکبر ہاشمی رفسنجانی نے ملک کے ۱۶ برس سے زائد عمر کے تمام لڑکوں اور لڑکیوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے جذبات کی تسکین کے لئے عارضی ازدواجی تعلق (متعہ) کا طریقہ اختیار کریں جو گھنٹوں سے لے کر برسوں تک کسی بھی مدت کے لئے ہوسکتا ہے۔ اور جس کے لئے عارضی میاں بیوی کی رضامندی کے سوا کوئی دوسری شرط نہیں ہے۔

متعہ جو جسم فروشی ہی کی ایک قبیح نوع ہے۔ انقلاب کے بعد ایرانی حکومت نے اس کی تبلیغ کی پر زور مہم شروع کر رکھی ہے۔ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات سب سے اس مقصد کے لئے کام لیا جا رہا ہے۔ ہائی اسکولوں، مساجد، مدارس، مذہبی اجتماعات میں اس کی تبلیغ و تلقین کا خصوصیت سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس کے فضائل، مسائل، آداب اور اجر و ثواب بیان کئے جاتے ہیں۔ اور سرکاری پالیسی کے طور پر اسے فروغ دیا جا رہا ہے۔

"متعہ کی شادی" ایک مرد اور بے شوہر یعنی کنواری، بیوہ یا طلاق یافتہ عورت کے درمیان معاہدہ (عقد) ہے کوئی مرد کسی بھی بے شوہر والی غیر محرم عورت سے وقت کے تعین کے ساتھ مقررہ اجرت پر متعہ کے عنوان سے معاملہ طے کر لے تو شیعہ مذہب کے مطابق اس وقت کے اندر اندر یہ دونوں مباشرت اور ہم بستری کر سکتے ہیں متعہ میں کسی گواہ، شاہد، قاضی، وکیل اور اعلان اور مناکحت بلکہ کسی تیسرے آدمی کے باخبر ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ متعہ کرنے والے مرد پر عورت کے نان نفقہ اور لباس رہائش وغیرہ کی کوئی ذمہ داری نہیں ہوتی۔ بس مقررہ اجرت ہی ادا کرنی ہوتی ہے جب مقررہ مدت یا وقت ختم ہو جاتا ہے تو متعہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایرانی انقلاب کے امام روح اللہ خمینی اپنی کتاب "تحریر الوسیلہ" کتاب النکاح میں لکھتے ہیں:۔

یجوز التمتع بالزانیة علی کراهة	زنا کار عورت سے متعہ کرنا جائز ہے مگر
خصوصاً لو کانت من العواهر	کراہت کے ساتھ خصوصاً جب کہ وہ مشہور
المشهورات بالزنا وان فعل	پیشہ ور زانیات میں سے ہو اور اگر اس سے

فلیمنعہا من الفجور — متعہ کرے تو چاہئے کہ اس کو بدکاری کے اس پیشہ سے منع کرے۔

تحریر الوسیلہ ج ۲ ص ۲۹۲

شیعہ عقیدے کے مطابق متعہ اور نکاح میں فرق یہ ہے کہ متعہ کا مقصد جنسی لذت کا حصول ہے جب کہ نکاح کا مقصد تولید نسل ہے۔

متعہ شیعہ مذہب کا معروف مسئلہ اور اہم عبادت ہے اس کا اجر و ثواب نماز روزہ اور حج جیسی عبادات سے بدرجہا زیادہ ہے چنانچہ شیعہ مذہب کی مستند تفسیر "منہج الصادقین" میں روایت ہے کہ

من تمتع مرة واحدة درجته کدرجة الحسن ومن تمتع مرتین درجته کدرجة الحسین ومن تمتع ثلث مراة کدرجة علي ومن تمتع اربع مرات درجته کدرجتی

(بروایت شیعہ) حضورؐ نے فرمایا جو ایک دفعہ متعہ کرے اس کا درجہ سیدنا حسن کے درجہ کے مثل ہے جو دو دفعہ متعہ کرے وہ درجہ حسین جتنا پائے۔ جو تین دفعہ متعہ کرے وہ سیدنا علی کا مقام پائے۔ جو چار دفعہ متعہ کرے اس کا درجہ رسول کریمؐ کے برابر ہے۔

علامہ مجلسی چودھویں اور گیارھویں صدی ہجری کے بہت بڑے شیعہ مجتہد، محدث اور عظیم مصنف ہیں ان کے تذکرہ نگاروں نے ان کے تصانیف کی تعداد ساٹھ بتائی ہے جن میں ایک بحار الانوار پچیس[25] جلدوں میں ہے حیات القلوب، جلاء العیون، زاد المعاد اور حق الیقین وغیرہ ان کی ضخیم کتابیں ہیں۔ جو شیعہ مذہب میں ان کے علمی تبحر کی دلیل ہے

ایرانی انقلابی رہنما روح اللہ خمینی نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں مذہبی معلومات حاصل کرنے کے لئے ان کی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دیا ہے۔ انہی علامہ مجلسی کا متعہ کے موضوع پر مستقل رسالہ ہے جس کا اردو ترجمہ عجالہ حسنہ کے نام سے امامیہ جنرل بک ایجنسی لاہور سے شائع ہوا ہے۔ ذیل میں اسی رسالہ سے ایک حدیث جس کو علامہ مجلسی نے "صحیح حدیث" قرار دیا ہے کا اردو ترجمہ بطور نمونہ نذر قارئین ہے۔

" حضرت سلمان فارسی و مقداد بن اسود کندی اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم حدیث صحیح روایت کرتے ہیں کہ جناب ختم المرسلینؐ نے ارشاد فرمایا، جو شخص اپنی عمر میں ایک دفعہ متعہ کرے گا وہ اہل بہشت میں سے ہے جب زن ممتوعہ کے ساتھ متعہ کرنے کے ارادہ سے کوئی بیٹھتا ہے تو ایک فرشتہ اترتا ہے اور جب تک اس مجلس سے وہ باہر نہیں جاتے

ان کی حفاظت کرتا ہے۔ دونوں کا آپس میں گفتگو کرنا تسبیح کا مرتبہ رکھتا ہے جب دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے ہیں ان کی انگلیوں سے ان کے گناہ ٹپاٹپ پڑتے ہیں جب مرد عورت کا بوسہ لیتا ہے خدائے تعالیٰ ہر بوسہ پر انہیں ثواب حج و عمرہ بخشتا ہے۔ جس وقت وہ عیش مباشرت میں مشغول رہتے ہیں پروردگار عالم ہر ایک لذت و شہوت پر ان کے حصہ میں پہاڑوں کے برابر ثواب عطا کرتا ہے۔ جب فارغ ہو کر غسل کرتے ہیں بشرطیکہ وہ اس کا بھی یقین رکھتے ہوں کہ ہمارا خدا حق سبحانہ و تعالیٰ ہے اور متعہ کرنا سنّت رسولؐ ہے تو خدا ملائکہ کی طرف خطاب کرتا ہے کہ میرے ان بندوں کو دیکھو جو اٹھے ہیں اور اس علم و الیقین کے ساتھ غسل کر رہے ہیں کہ میں ان کا پروردگار ہوں تم گواہ رہو میں نے ان کے گناہوں کو بخش دیا ہے۔

وقت غسل جو قطرہ اُن کے موئے بدن سے ٹپکتا ہے ہر ایک بوند کے عوض میں دس ثواب عطا، دس دس گناہ معاف اور دس دس درجہ مراتب اُن کے بلند کئے جاتے ہیں۔

راویان حدیث (سلمان فارسی وغیرہ) بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب نے متعہ کی فضیلتیں سنکر عرض کیا۔ اے حضرت ختمی مرتبت میں آپ کی تصدیق کرنے والا ہوں جو شخص اس کار خیر میں سعی کرے اس کے لئے کیا ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا جس وقت فارغ ہو کر غسل کرتے ہیں باری تعالیٰ عز اسمہ ہر قطرہ سے جو ان کے بدن سے جدا ہوتا ہے ایک ایسا ملک (فرشتہ) خلق کرتا (پیدا کرتا) ہے جو قیامت تک تسبیح و تقدیس ایزدی بجا لاتا ہے اور اس کا ثواب ان کو (یعنی متعہ کرنے والے مرد و عورت کو) پہنچتا ہے۔"

(عجالہ حسنہ ترجمہ رسالہ متعہ از علامہ باقر مجلسی اصفہانی صد ۱۴ تا ۱۶ طبع لاہور)

اس طویل حدیث کے بعد علامہ مجلسی نے متعہ کی فضیلت میں دوسری یہ مختصر حدیث رقم فرمائی ہے:۔

"حضرت سید عالمؐ نے فرمایا۔ جس نے زن مومنہ سے متعہ کیا گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کی۔" (عجالہ حسنہ صد ۱۶)

اس کے آگے اور بھی متعدد حدیثیں متعہ کی فضیلت اور اس کے اجر و ثواب سے متعلق ذکر کی گئی ہیں۔ اس سلسلہ کی آخری حدیث میں فرمایا گیا ہے:۔

"جس قدر اس کار خیر (متعہ) میں زیادتی کی ہوگی پروردگار اس کے مدارج اعلیٰ کرے گا..... یہ لوگ بجلی کی طرح صراط سے گذر جائیں گے ان کے ساتھ ساتھ ستر صفیں ملائکہ کی ہوں گی

دیکھنے والے کہیں گے یہ ملائکہ مقرب ہیں یا انبیا ورسل ؟ فرشتے جواب دیں گے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے سنت پیغمبر کی اجابت (بجا آوری) کی ہے (یعنی متعہ کیا ہے) اور وہ بہشت میں بغیر حساب داخل ہوں گے ...... یا علی ! برادر مومن کے لئے جو سعی کرے گا اس کو بھی انہی کی طرح ثواب ملے گا ۔ (عجالہ حسنہ ص۱۶)

قارئین آپ ہی اندازہ لگائیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرکے علامہ مجلسی نے جو یہ روایت اپنی کتاب میں نقل کی ہے کہ شیعہ مذہب میں متعہ نماز، روزہ اور حج وغیرہ تمام عبادات سے کتنی افضل درجہ کی عبادت ہے ۔ شیعہ مذہب کی مشہور کتاب "من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۱۵۰" میں ہے :-

"مومن اس وقت تک پورا ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک متعہ نہ کرے ۔"

قرآن کریم میں متعہ کی حرمت پر صریح نصوص موجود ہیں مثلاً

(۱) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَاءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ۝ (مومنون ۷)	اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں مگر اپنی عورتوں اور اپنی باندیوں پر، سو ان پر نہیں کچھ الزام، پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے

قرآن حکیم کی اس آیت میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اہل اسلام کی فلاح اور بہتری اسی میں ہے کہ وہ اپنی شرمگاہوں کی پوری پوری حفاظت کریں ۔ فطری تقاضوں اور بشری ضروریات کے پیش نظر اپنی بیوی اور شرعی باندی کے سوا جماع حلال نہیں جو شخص بھی ان دو طریقوں کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرے تو وہ حدود شریعت سے تجاوز کرنے والا ہے ۔

اور ظاہر ہے کہ متعہ کی عورت شیعہ مذہب میں بھی نہ تو شرعی باندی ہے اور نہ بیوی ۔ اس لئے کہ متعہ میں نہ تو شہادت ہے اور نہ اعلان ، نہ خاوند کے ذمہ نان نفقہ ہے نہ سکونت کی ذمہ داری ہے ۔ ممتوعہ عورت کے ساتھ نہ تو طلاق ہے نہ لعان ، نہ ظہار نہ ایلاء ، اور نہ اس کے لئے عدت ہے اور نہ میراث ہے ۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ (نساء ۳)	پس تم نکاح کرو جو عورتیں تم کو خوش آویں ، دو دو ، تین تین ، چار چار

حق تعالیٰ نے قرآن کی اس آیت میں شرعی نکاح کے لئے منکوحات کی حد مقرر کر دی ہے کہ چار سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں جب کہ شیعی متعہ میں نہ تو حد متعین ہے اور نہ کوئی عدد خاص بلکہ جتنا زیادہ ارتکاز

متعہ کرے گا اتنا زیادہ اجر و ثواب پائے گا۔

بلکہ اس رسم قبیح کے جاری ہونے اور سرکاری سطح پر اس کے فروغ و ترویج سے چند سال بعد ایران میں نکاح کی بھی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ جب لوگوں میں خالص دینی غرض، نسل و اولاد کی افزائش اور تکثیر امت کے جذبات ماند پڑ جائیں گے اور صرف نفسانی خواہش ہی اس کا ہدف ہو گی۔ تو یہ خواہش جب متعہ سے پوری ہوتی ہے تو پھر اس کے لئے نکاح کی کیا ضرورت باقی رہ جائے گی

متعہ کے بارے میں احکام شریعت سے قبل بعض لوگ جاہلیت کی عادت اور رسم و رواج کے موافق متعہ کر لیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے ہجرت کے ساتویں سال خیبر کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لحوم حمر اہلیہ اور متعہ کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ جیسا کہ بخاری اور مسلم میں اسانید صحیحہ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

پھر اس کے بعد آٹھویں سال جنگ اوطاس کا واقعہ پیش آیا جس میں بعض نومسلم لوگوں نے خیبر میں متعہ کی ممانعت سے لاعلمی کی وجہ سے متعہ کر لیا تھا۔ تو ان پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مواخذہ نہیں فرمایا لیکن اس کے بعد جب آپؐ مکہ معظمہ عمرہ کے لئے تشریف لائے تو خانہ کعبہ کے دونوں بازو ہاتھ سے پکڑ کر یہ ارشاد فرمایا:۔

"متعہ قیامت تک کے لئے ہمیشہ کے واسطے حرام کر دیا گیا ہے۔"

پھر جب غزوۂ تبوک پیش آیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ عورتوں کو مسلمانوں کے خیمہ کے قریب پھرتے دیکھا تو دریافت فرمایا یہ کون عورتیں ہیں۔ عرض کیا گیا کہ ان عورتوں سے کچھ لوگوں نے (لاعلمی اور ناواقفیت کی بنا پر) متعہ کیا (اس وقت یا کسی گذشتہ زمانہ میں (فتح الباری) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر سخت ناراض ہوئے اور غصہ کی وجہ سے چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا کی اور اس کے بعد متعہ سے منع فرمایا۔ صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے کبھی متعہ نہیں کیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ ارادہ کر لیا کہ کبھی متعہ نہیں کریں گے۔ (کذا فی کتاب الاعتبار للامام الحازمی صفحہ ۱۷۸)

اس کے بعد پھر حضورؐ نے حجۃ الوداع میں حرمت متعہ کا اعلان عام فرمایا تا کہ خواص و عوام سب کو اس کی قطعی حرمت کا علم ہو جائے۔

البتہ بعض حضرات کو تحریم متعہ کے اس بار بار اعلان سے یہ گمان ہو گیا کہ متعہ دو یا تین بار حلال کیا گیا اور دو یا تین مرتبہ حرام کیا گیا ہے حالانکہ روایات پر غور کیا جائے اور حقیقت حال سے آگاہی کے بعد یہ امر بالکل عیاں ہے کہ حرمت متعہ کا دوبارہ یا سہ بارہ اعلان کوئی جدید تحریم نہ تھی بلکہ نہی سابق کا اعادہ اور تاکید تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ خلافت میں بھی جب بعض ایسے لوگوں نے جنہیں تحریم متعہ کی خبر نہ پہنچی تھی اس کا

از عتاب کیا تو حضرت امیر المومنینؓ سخت ناراض ہوئے اور حرمتِ متعہ کا اعلان فرمایا اور یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس کے بعد اگر کوئی متعہ کرے گا تو میں اس پر زنا کی حد جاری کروں گا۔ اس وقت سے متعہ بالکل موقوف ہو گیا اور تمام صحابہ کرامؓ کا اس پر اجماع ہو گیا۔

جوازِ متعہ پر حضرت ابن عباسؓ کا فتویٰ جواز ہرگز مستدل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے کہ وہ لاعلمی کی وجہ سے جواز کے قائل تھے جب حقیقتِ حال منکشف ہوئی تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۱۴۷)

حضرت ابن عباسؓ کی پیدائش ہجرت سے ایک یا دو سال پہلے ہوئی۔ آٹھ یا نو برس کی عمر تک اپنے والدین کے ساتھ مکہ معظمہ میں رہے۔ ۸ ہجری میں اپنے والد حضرت عباسؓ کے ساتھ مدینہ منورہ حاضر ہوئے جب کہ غزوۂ خیبر جس میں حرمتِ متعہ کا اعلان ہو چکا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کی آمد سے پہلے ہو چکا تھا چونکہ آپ کو اس کا صحیح علم نہ تھا اور غالباً اولین حرمت کی اشاعت بھی تا ہنوز نہیں ہوئی تھی اس لیے ابتدا میں حالت اضطرار میں متعہ کے جواز کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔

بعد میں جب حضرت علیؓ اور صحابہ کرامؓ نے متعہ کے متعلق قیامت تک کی حرمت اور ممانعت کی روایتیں حضرت ابن عباسؓ کو سنائیں تو ابن عباسؓ نے اس سے رجوع فرما لیا۔ حضرت علیؓ سے حرمتِ متعہ کی بے شمار روایتیں آئی ہیں مگر شیعہ حضرات متعہ کے اس درجہ شیدائی ہیں کہ حضرت علیؓ کی بھی نہیں سنتے۔

حضرت ابن عباسؓ کے جواز کا فتویٰ بھی صرف نکاح موقت کا تھا جس کی تفصیل اگلی سطور میں درج کر دی گئی ہے۔

لفظ "متعہ" متاع سے مشتق ہے جس کے معنی نفع قلیل کے ہیں۔ اب متعہ کا اطلاق دو معنی پر آتا ہے۔

۱۔ متعہ سے مراد نکاحِ موقت ہو یعنی ایک مدتِ معینہ کے لیے گواہوں کے سامنے کسی عورت سے ازدواجی تعلق قائم کیا جائے اور مدتِ معینہ کے گزرنے کے بعد بلا طلاق کے مفارقت واقع ہو جائے لیکن مفارقت کے بعد استبراء رحم کے لیے ایک مرتبہ ایامِ ماہواری کا انتظام کرے تاکہ دوسرے کے نطفہ کے ساتھ اختلاط سے محفوظ رہے۔ فقط یہ صورت (متعہ بمعنی نکاحِ موقت) کے ابتدائے اسلام میں جائز تھی جو بعد میں ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی۔

۲۔ متعہ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص کسی عورت سے یہ کہے کہ میں تجھ سے ایک روز کے لیے انتفاع کروں گا اور اس کی تجھ کو اجرت دوں گا۔ تو یہ صریح اور عین زنا ہے۔ متعہ کی یہ صورت (جو اب اہلِ تشیع میں مروج ہے) کبھی بھی

اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوئی جس کو اب منسوخ قرار دیا جا سکے بلکہ متعہ مروجہ کی یہ صورت دنیا کے کسی بھی دین میں حلال نہیں ہوئی کیونکہ یہ صریح زنا ہے اور زنا کا کوئی مذہب قائل نہیں۔ البتہ متعۂ نکاح موقت کی صورت میں جس میں مدت معینہ کے لئے گواہوں کے سامنے ولی کی اجازت سے تعلق قائم کیا گیا ہو اور معینہ مدت کے گذر جانے کے بعد ایک حیض عدت گذاری جائے اسے زنا اور شرعی نکاح کے درمیان ایک برزخی مقام قرار دیا جا سکتا ہے جو نہ زنا محض ہے نہ نکاح مطلق، نکاح موقت کی یہ صورت حقیقی نکاح نہیں بلکہ نکاح حقیقی کے ساتھ صرف ظاہری مشابہت ہے جس میں گواہ کی اور ولی سے اجازت کی بھی ضرورت ہے۔ ایک مرد سے علیحدہ ہونے کے بعد اگر دوسرے مرد سے متعہ کرنا چاہے تو جب تک ایک مرتبہ حیض نہ آ جائے اس وقت تک دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ اس صورت کو محض زنا بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یہ نکاح موقت ہیں اور نکاح صحیح دمؤبد میں صرف موقت و مؤبد اور میراث کا فرق ہے۔ باقی شرائط میں دونوں متفق ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے متعہ کے متعلق سوال کیا گیا کہ متعہ زنا ہے یا نکاح۔ ارشاد فرمایا۔ متعہ نہ زنا ہے نہ نکاح ہے۔ پھر سوال کیا گیا آخر وہ ہے کیا۔ فرمایا کہ وہ متعہ ہے۔ میں نے سوال کیا متعہ والی عورت پر عدت ہے۔ فرمایا کہ ہاں۔ متعہ کی عدت گذرنے کے بعد اس پر ایک حیض کا انتظار واجب ہے میں نے سوال کیا وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ فرمایا نہیں۔ (تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۱۳۲)

ابتدائے اسلام میں یہ صورت مروج تھی اور لوگ اس کو اس حالت میں جائز سمجھتے تھے جیسا کہ مجبوری کی حالت میں مردار اور خنزیر حلال ہو جاتا ہے مگر بعد میں اسلام نے اس کو بھی قطعی طور پر حرام قرار دے دیا۔ نکاح موقت کے ابتدائے اسلام میں جواز کا مطلب یہ ہے کہ آغاز شریعت میں اس خاص صورت کی ممانعت اور حرمت کا ابھی کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا جیسا کہ شراب اور سود کے ابتداء اسلام میں مباح اور حلال ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ابتدائے اسلام میں ان کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ جہاں تک شیعوں والا مروج متعہ یا ایرانی حکومت کا نافذ کردہ قانونی متعہ ہے کہ مرد کسی بھی اپنے پسند کی عورت سے گھنٹہ دو یا دن، دو دن کے لئے معاوضہ طے کر کے استفادہ کرے تو یہ خالص زنا اور صریح بدکاری ہے یہ صورت کبھی بھی اسلام میں جائز اور مباح نہیں ہوئی۔ چہ جائیکہ منسوخ ہو جیسے زنا نہ کبھی مباح ہوا اور نہ منسوخ ہوا۔ بلکہ ہمارا یہ دعویٰ ہے اور تاریخ کے اوراق میں اس کا کوئی جواب نہیں کہ ابتدائے عالم سے تا ہنوز سوائے شیعہ مذہب اور ایرانی حکومت کے کسی بھی دین اور مذہب میں مروجہ شیعہ متعہ جائز نہیں ہوا ــــ معاذ اللہ اگر شیعہ مذہب والا متعہ جائز قرار دے دیا جائے تو پھر نسب میں خلل واقع ہوگا۔ اولاد ضائع ہوگی۔ وارث اور مورث کی تمیز نہ ہوگی اور نہ یہ معلوم ہو سکے گا کہ کون بیٹا ہے اور کون بھائی، نیز شریعت میں میراث، طلاق اور عدت کے جو مفصل احکام آئے ہیں وہ سب معطل ہو جائیں گے۔ شریعت نے جو نکاح میں چار عورتوں کی حد مقرر کی ہے وہ بھی معطل ہو جائے گی۔ کیونکہ متعہ میں نہ چار کی قید ہے نہ طلاق ہے نہ گواہ ہیں۔

نہ عدت ہے اور نہ میراث ہے۔ صرف ایک متعہ کے قائل ہونے سے قرآن و حدیث کے احکام کا ایک مفصل باب معطل ہو جاتا ہے بلکہ نکاح کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔ مرد اپنی حاجت متعہ سے پوری کریں گے اور عورتیں اپنے نان نفقہ اور دکھ درد کے مستقل کفیل اور ذمہ داری سے محروم ہو جائیں گی۔ چلتے پھرتے اوباشوں پر ان کی نظر ہو گی۔ اور جب دورِ شباب گذر جائے گا تو کون ان کا کفیل ہو گا۔

شیعہ حضرات اور ایرانی حکومت اس پر غور کرے کہ کیا اس سے بڑھ کر بھی ذلت اور مصیبت کا منظر ہو سکتا ہے۔ شیعوں اور ایرانی حکومت کو چاہیئے کہ دل و جان سے سیدنا امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے شکر گذار ہوں جنہوں نے اپنے دورِ خلافت میں اس بے حیائی کا نام و نشان مٹا دیا۔

آخر پر حرمت متعہ کی ایک وجدانی دلیل بھی پیش خدمت ہے۔

ہر شریف الطبع اور باعزت انسان اپنے اور اپنی بہن بیٹی کے نکاح کے اعلان کو فخر سمجھتا ہے اور غایت مسرت و انبساط کے ساتھ ولیمۂ نکاح پر اقارب و احباب کو مدعو کرتا ہے ــــ جب کہ متعہ کو چھپاتا ہے اور اپنی بیٹی، ماں اور بہن کی طرف متعہ کی نسبت کرنے یا اس کے ممتوعہ ہونے پر عار محسوس کرتا ہے آج تک کسی بھی غیرت مند بلکہ کسی بے غیرت کے متعلق بھی یہ نہیں سنا گیا کہ اس نے کسی مجلس میں بطور فخر یا بطور ذکر یہ کہا ہو کہ میری بیٹی، میری بہن، یا میری بیوی نے اتنے متعے کئے ہیں۔ نیز دنیا کے تمام عقلمند اور دانشور نکاح پر مرد اور عورت کو اور ان کے والدین کو مبارک باد دیتے ہیں۔ مگر متعہ کے متعلق کبھی بھی مبارک باد دیتے نہیں سنا۔

ایرانی حکومت کی متعہ فروغ مہم نے تمام دنیا بالخصوص اہل مغرب کے علمی حلقوں اور تہذیبی و اخلاقی اداروں کو چونکا کر رکھ دیا ہے۔ مغرب میں صنفی معاملات میں جو بے محابہ آزادی کا تصور پایا جاتا ہے لاریب! اس کے ساتھ اخلاقی فضیلت کا کوئی تخیل بھی وابستہ نہیں مگر اس کے باوجود ذہنی اور عقلی اعتبار سے شادی کے علاوہ تمام صنفی روابط (جو عملاً وہاں مروج ہیں) آج بھی وہاں اخلاقی اعتبار سے معیوب سمجھے جاتے ہیں حتی کہ اگر انہیں اپنے حکمرانوں اور سیاستدانوں میں ایسی کسی بھی سرگرمی میں ملوث ہونے کا پتہ چلتا ہے تو عوامی سطح پر ان کا کڑا احتساب کیا جاتا ہے بلکہ ایسوں کے لئے سیاست سے راہِ فرار اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

اسلامی نقطۂ نظر سے تو ایک عظیم بات ہے۔ کیا عام اخلاقی اصولوں کے پیش نظر متعہ کی ترغیبات اور سرکاری تحفظات قائم کرنے کے باوجود بھی رفسنجانی اور اس کے رفقاء کو ایران پر حکومت کرنے کا حق باقی رہ جاتا ہے؟

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

توحید کی حقیقت اور اس کے تقاضے

(جامعیت و ہمہ گیری اور طاغوت سے انکار)

علماء حق، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث و جانشین ہیں۔ "العلماء ورثۃ الانبیاء" (صحیح بخاری) ان کی وراثت اور نیابت اسی وقت صحیح اور مکمل ہوگی جب ان کی زندگی کا مقصد اور ان کی کوششوں کا مرکز وہی ہوگا جو انبیاء کرام کا تھا۔ وہ مقصد زندگی اور وہ مرکز سعی و عمل کیا ہے؟ دو لفظوں میں اقامت دین یا ایک لفظ میں توحید۔ یعنی انسانوں کو اختیاراً اور عملاً اسی طرح سے اللہ کا "عبد" بنانا جیسا کہ وہ فطرتاً اور اضطراراً اس کے عبد ہیں۔ اللہ کی حکومت اور قانون کو انسانوں کے جسموں اور ان کی متعلقہ زمین پر قائم کرنے کی کوشش کرنا جیسا کہ وہ زمین و آسمان پر قائم ہیں۔

وما ارسلنا من قبلك من رسول إلا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون (انبیاء ع۲)	اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں پس میری ہی بندگی کرو۔
هو الذى ارسل رسوله بالهدىٰ و دين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون ٥ (صف ع۱)	وہ جس نے اپنا رسول رہنمائی اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو سب دینوں (تمام قسم کے نظام اطاعت) پر غالب کرے اگرچہ شرک کرنے والوں کو یہ ناگوار رہو۔

اس دین حق کے لئے ہر زمانہ میں چند موانع اور مزاحم ہوتے ہیں جن میں سے اکثر ان چار اقسام میں داخل ہیں۔

شرک یعنی غیر اللہ کو الٰہ بنالینا۔ اللہ کے سوا کسی ہستی کو مافوق الطبیعی طور پر ضار اور نافع بنا لینا۔ اس کو کائنات میں متصرف اور مؤثر تسلیم کرلینا۔

احتیاج والتجا (پناہ جوئی) اور خوف و رجا اس عقیدہ کے بالکل قدرتی اور طبعی نتائج و لوازم ہیں اور دعا و استعانت اور خضوع (جو عبادت کی حقیقت ہے) اس کے لازمی مظاہر ہیں۔

شرک ایک مستقل دین اور ایک مکمل حکومت ہے۔ اس کا اور دین اللہ کا کسی ایک جسم یا دل و دماغ یا خطۂ زمین پر ایک ساتھ قائم ہونا ناممکن ہے۔ یہ غیر الٰہی دین جسم و نفس اور جسم و نفس سے خارج اتنی ہی جگہ گھیرتا ہے جتنی دین اللہ کو کم سے کم درکار ہے۔

و من الناس من یتخذ من دون الله اندادًا یحبونهم کحب الله (البقرہ ع ۲۰)	بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کے برابر اوروں کو بناتے ہیں۔ ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسے محبت اللہ کی۔
قالوا تاللہ ان کنا لفی ضلٰل مبین ○ اذ نسویکم برب العلمین ○ (شعراء ع ۵)	مشرکین نے کہا خدا کی قسم ہم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے جو تم کو (معبودوں کو) سارے جہانوں کے پروردگار کے برابر کرتے تھے۔

اس لئے جب تک زمین سے شرک کی تمام جڑیں اور اس کی باریک سے باریک رگیں بھی اکھاڑ نہ دی جائیں اس وقت تک دین اللہ کا پودہ لگ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ یہ پودہ کسی ایسی زمین میں جڑ نہیں پکڑتا جس کی مٹی میں کسی اور درخت کی جڑ ہو یا کوئی اور تخم ہو۔ اس کی شاخیں اسی وقت آسمان سے باتیں کرتی ہیں اور یہ درخت اسی وقت پھلتا پھولتا ہے جب اس کی جڑ گہری اور مضبوط ہو۔

الم ترکیف ضرب الله مثلًا کلمةً طیبةً کشجرةٍ طیبةٍ اصلها ثابتٌ و فرعها فی السماء ○ تؤتی اکلها کل حین باذن ربها (ابراھیم ع ۴)	تم نے دیکھا اللہ نے کیسی ایک مثال بیان کی پاکیزہ بات (کلمہ طیبہ وغیرہ) ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں اپنا پھل لاتا ہے ہر وقت اپنے رب کے حکم سے۔

یہ درخت کسی دوسرے درخت کے سایہ میں بڑھ نہیں سکتا یہ جہاں رہے گا تنہا رہے گا اس کے طبعی نشو و نما کے لئے لا انتہا ہی فضا چاہئے۔

الا للہ الدین الخالص (زمر ۱)	یاد رکھو اللہ ہی کی تنہا تابعداری ہے۔

پس جو لوگ دین اللہ کی فطرت اور اس کے مزاج سے واقف ہوتے ہیں وہ اس کو کسی جگہ قائم کرنے کے لئے زمین کو پورے طور پر صاف اور ہموار کرتے ہیں، وہ شرک اور جاہلیت کی جڑیں اور رگیں چن چن کر نکالتے ہیں اور ان کا ایک ایک بیج چن چن کر پھینکتے ہیں۔ اور مٹی کو بالکل الٹ پلٹ دیتے ہیں۔ چاہے ان کو اس کام میں کتنی ہی دیر لگے اور کیسی ہی زحمت اٹھانی پڑے۔ اور چاہے ان کی دن رات کی اس کوشش اور عمر بھر کی اس جدوجہد کا حاصل حضرت نوح

کی طرح چند نفوس سے زیادہ نہ ہوا اور چاہے بعض پیغمبروں کی طرح ان کی ساری زندگی کا سرمایہ صرف ایک شخص ہو لیکن وہ اس نتیجہ پر قانع اور اس کامیابی پر مسرور ہوتے ہیں - اور نتیجہ کے حصول میں کبھی عجلت اور بے صبری سے کام نہیں لیتے ۔

کفر یعنی اللہ کے دین اور اس کی شریعت کا انکار، یہ انکار، اس کی حکومت سے بغاوت اور اس کے احکام سے سرتابی ہے خواہ کسی طریقہ اور علامت سے ظاہر ہو۔

اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اللہ و رسول کے احکام میں سے کسی حکم کو بھی یہ جان لینے کے بعد کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے نہیں مانتے یا زبان سے تو انکار نہیں کرتے، مگر جان بوجھ کر اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں - ایسے لوگ خواہ دوسرے احکام کے پابند ہوں اس دائرہ سے خارج نہیں، اللہ تعالیٰ یہودیوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے ۔

افتؤمنون ببعض الکتب و تکفرون ببعض ج فما جزآءُ من یفعل ذلک منکم الا خزیٌ فی الحیوٰۃ الدنیا ج و یوم القیمۃ یردون الی اشد العذاب ط وما اللہ بغافلٍ عما تعملون (البقرہ ع)	کیا کتاب الٰہی کے ایک حصہ کو مانتے ہو، دوسرے حصہ کو نہیں مانتے۔ تو اس کی کیا سزا ہے جو تم میں سے یہ کام کرتا ہے۔ سوائے دنیا کی زندگی میں رسوائی کے اور قیامت کے دن وہ پہنچائے جائیں سخت سے سخت عذاب میں اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں۔

صرف اللہ کی خداوندی اور حاکمیت کے اقرار سے طبعی طور پر خداوندی اور حاکمیت کے تمام دعویداروں کی خداوندی اور حاکمیت کا انکار ہو جاتا ہے لیکن جو اشخاص خداوندانِ باطل کی خداوندی اور حاکمیت کا صاف صاف انکار کے لئے تیار نہیں ہوتے یا دوسرے الفاظ میں انہوں نے اس قبلہ کی طرف منہ تو کر لیا ہے لیکن دوسرے قبلوں کی طرف ان سے پیٹھ بھی نہیں کی جاتی - دین الٰہی کے مقابلہ میں دنیا میں جو نظام حاکمیت قائم اور شریعت الٰہی کے مقابلہ میں جو قوانین نافذ ہیں ان سے منحرف نہیں ہوا جاتا وہ کبھی کبھی ان پر بھی عمل کر لیتے ہیں اور بوقت ضرورت ان کی طرف رجوع کر لیتے ہیں۔ وہ درحقیقت اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ ایمان باللہ کے لئے "کفر بالطاغوت" [1] ضروری ہے اور اللہ نے اس کو ایمان پر مقدم کیا ہے ۔

فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ (بقرہ ع ۳۴)	جو سرکش کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔

---

[1] طاغوت ہر وہ ہستی ہے جس کی خدا کے مقابلے میں اطاعت مطلق کی جائے (الطاغوت عبارۃ عن کل متعد کل معبود من دون اللہ امام راغب اصفہانی) خواہ وہ شیطان ہوں یا سلطان یا معنوی انسان

اس لئے قرآن نے ایسے اشخاص کا دعوی ایمان تسلیم نہیں کیا جو غیر الہی قوانین ان کے نمائندوں اور ان کے مرکزوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کو اپنا حکم اور ثالث بناتے ہیں ۔

الم تر الی الذین یزعمون انهم	تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جو دعوی کرتے ہیں
امنوا بما انزل الیك وما انزل	کہ وہ اس پر ایمان لائے ۔حق آپ سے پہلے
من قبلك یریدون ان یتحاكموآ	اتارا گیا ۔چاہتے ہیں کہ فیصلے جائیں سرکش کی
الی الطاغوت وقد أمروا ان	طرف حالاں کہ ان کو حکم ہو چکا ہے کہ اس کا
یكفروا به ویرید الشیطن ان	انکار کریں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بہکا
یضلهم ضللا بعیدا ۔ (النساء ع ۹)	کر دور جا ڈالے ۔

اس کفر کی یہ ان اشخاص سے بھی نہیں نکلی جو مسلمانوں کے دائرے میں آجانے کے بعد بھی " جاہلیت " سے منحرف اور عقائد و رسوم جاہلیت سے بے تعلق نہ ہو سکے ان کے دلوں سے ابھی تک ان چیزوں کی نفرت اور کراہت نہیں گئی ۔ اور ان کاموں کی تحقیر نہیں نکلی جن کو جاہلیت برا سمجھتی ہے ان سے نفرت اور تحقیر کرتی ہے خواہ وہ اللہ کے دین میں پسندیدہ اور مستحب ہوں اور اللہ کے رسول ؐ کی محبوب سنت ہوں ۔

اسی طرح ان کے دلوں سے ابھی تک ان اعمال و اخلاق اور رسوم و عادات کی محبت اور عزت دور نہیں ہوئی جو اہل جاہلیت کے نزدیک محبوب و معزز ہیں ۔ خواہ وہ اللہ کی شریعت میں مکروہ و حقیر ہوں ۔

اسی طرح جن کے دلوں میں ابھی تک جاہلی حمیت اور عصبیت دور نہیں ہوئی اور ان کا عمل جاہلیت عرب (اور درحقیقت ہر جاہلیت) کے اس مقبول و مسلّم اصول پر ہے کہ

" انصر أخاك ظالما او مظلوما " ۔ اپنے مظلوم بھائی کی ہر حال میں مدد کرو خواہ ظالم ہو خواہ مظلوم ۔

اس سے زیادہ نازک بات یہ ہے کہ اسلام کو اختیار کر لینے کے بعد بھی یا مسلمان کہلانے کے باوجود بھی حسن و قبح کا معیار وہی ہو جو جاہلیت میں ہوتا ہے ۔ اشیاء کی قیمت وہی ہو جو جاہلیت نے قائم کر دی ہے ۔ زندگی کی انہی قدروں اور انہی معیاروں کی وقعت ہو جو جاہلیت تسلیم کرتی ہے ۔

اسلام کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ

کفر اور اس کے پورے ماحول اس کے تمام متعلقات، اس کی تمام خصوصیات اور شعائر سے نفرت پیدا ہو جائے اور اس کی طرف واپسی اور اس میں مبتلا ہو جانے کے تصور سے آدمی کو تکلیف ہو ۔ اور ایمان کی پختگی یہ ہے کہ وہ کفر کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ کام کے مقابلہ میں موت کو زیادہ پسند کرتا ہو ۔

بخاری کی حدیث ہے :۔

ثلث من کن فیہ وجد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ و رسولہ احب الیہ مما سوا ھما و ان یحب المرء لا یحبہ الا اللہ و ان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار

تین باتیں جس شخص میں ہوں گی اس کو ایمان کی حلاوت محسوس ہو گی۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسولؐ ان کے ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں، دوسرے یہ کہ کسی دوسرے انسان سے صرف اللہ ہی کے لئے محبت ہو تیسرے یہ کہ کفر میں جانا اس کے لئے اتنا ہی ناگوار ہو جتنا آگ میں ڈالا جانا۔

صحابہ کرام کی یہی کیفیت تھی، ان کو اپنے زمانۂ سابق (جاہلیت) سے شدید نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ ان کے نزدیک "جاہلیت" سے بڑھ کر کوئی توہین نہ تھی۔ وہ جب اپنے اسلام لانے سے پہلے کے زمانہ کا تذکرہ کرتے تو نہایت شرمندگی اور نفرت کے ساتھ اس زمانہ کی تمام باتوں اعمال و اخلاق اور کفر و فسق اور اللہ کی نافرمانی سے ان کو نہ صرف شرعی اور عقلی، بلکہ طبعی کراہت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کی یہ صفت اس طرح بیان کرتا ہے

ولکن اللہ حبب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر و الفسوق والعصیان ط (حجرات ع۱)

لیکن اللہ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اس کو کھبا دیا تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی۔

جاہلیت کی ایک علامت یہ ہے کہ جب اللہ و رسولؐ کا حکم سنایا جائے تو قدیم رسم و رواج اور باپ دادا کے طور طریق کا نام لیا جائے اور اللہ و رسولؐ کے مقابلہ میں گذشتہ زمانہ اور پرانے دستور کی سند پیش کی جائے

و اذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع مآ الفینا علیہ اٰباءنا ط اولو کان اٰباؤھم لا یعقلون شیئًا و لا یھتدون (البقرۃ ع۲۱)

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس حکم کی پیروی کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں ہم تو اسی راستہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے اگرچہ ان کے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ۔

بل قالوا انا وجدنآ اٰباءنا علیٓ امۃٍ و انا علیٓ

بلکہ کہتے ہیں کہ ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر اور ہم انہیں کے نقش قدم پر ٹھیک

آثارھم مھتدون ○ (زخرف ع۲) چل رہے ہیں۔

اللہ کے حکم اور وحی کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا کے عمل اور اپنی خواہش و مرضی کی پیروی کرنا خاص جاہلی دین ہے۔

قالوا یشعیب اصلوٰتک تامرک	انہوں نے کہا اے شعیب! کیا تمہاری نماز نے
ان نترک ما یعبد اباؤنا	تم کو یہ سکھایا ہے کہ ہم چھوڑ دیں جن کو ہمارے
او ان نفعل فی	باپ دادا پوجتے رہے یا ہم چھوڑ دیں جو ہم
اموالنا ما نشؤا ط	اپنے مالوں میں اپنی من مانی باتیں کرتے
(ھود ع ۸)	رہتے ہیں۔

پس ایسے تمام لوگ جاہلیت سے نکل کر اسلام میں پورے طور پر داخل نہیں ہوئے جو اللہ کے مقابلہ میں ہر چیز سے دست بردار نہیں ہوئے اور جنہوں نے اپنے تئیں مکمل طور پر اللہ کے حوالے نہیں کیا۔ یہ مکمل دستبرداری اور تسلیم کامل وہ اسلام ہے جس کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا اور انہوں نے اس کو قبول کیا۔

اذ قال لہ ربہ اسلم	جب (ابراہیم سے) ان کے رب نے کہا کہ
قال اسلمت لرب العالمین	اپنے رب کے حوالے ہو جاؤ اور اس کی مکمل
(بقرہ ع ۱۶)	تابعداری کرو۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے
	تئیں سارے جہان کے پروردگار کے حوالے
	کر دیا۔

اور جس کا تمام مسلمانوں کو حکم ہے۔

فالٰھکم اللہٗ واحدٌ فلہٗ	تمہارا معبود حاکم ایک ہی معبود حاکم ہے
اسلموا ط	پس اسی کے حوالے ہو جاؤ اور مکمل تابعدار
(حج ع ۵)	بن جاؤ۔

اگر یہ نہیں ہے تو گویا اللہ سے جنگ ہے اس لئے اس مکمل اسلام کو ایک جگہ اللہ نے سلم کہا ہے یعنی یہ اللہ سے صلح ہے۔

یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃً	اے ایمان والو! داخل ہو جاؤ صلح و اسلام میں
ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدوٌّ	پورے پورے اور شیطان کے قدموں پر مت
مبین (بقرہ ع ۲۵)	چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

یاد رہے کہ جاہلیت سے مراد صرف بعثت نبوی کے قبل کی عرب کی زندگی ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ غیر اسلامی زندگی اور نظام ہے جس کا ماخذ وحی و نبوت اور کتاب الٰہی و سنت انبیاء نہ ہو۔ اور جو اسلام کے مسائل و احکام زندگی سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ خواہ وہ عرب کی جاہلیت ہو یا ایران کی مزدکیت یا ہندوستان کی برہمنیت یا مصر کی فرعونیت یا ترکوں کی طورانیت یا موجودہ مغربی تمدن یا مسلمان قوم کی غیر شرعی زندگی اور ان کے مخالف شریعت رسوم و عادات، اخلاق و آداب اور میلانات و جذبات، خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، ماضی ہو یا حال۔

کفر ایک سلبی چیز نہیں ہے بلکہ ایک ایجابی اور مثبت چیز بھی ہے۔ وہ صرف دین اللہ کے انکار کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مذہبی اور اخلاقی نظام اور مستقل دین ہے جس میں اپنے فرائض و واجبات بھی ہیں اور مکروہات و محرمات بھی۔ اس لئے یہ دونوں دین ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اور ایک انسان ایک وقت میں ان دونوں کا وفادار نہیں ہو سکتا۔

انبیاء کرام کفر کی پوری بیخ کنی کرتے ہیں۔ وہ کفر کے ساتھ کسی رواداری اور مصالحت کے روادار نہیں ہوتے کفر کے پہچان لینے کا بھی ان کو بڑا ملکہ ہوتا ہے اور اس بارے میں ان کی نگاہ بڑی دوررس اور باریک بین ہوتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس بارے میں پوری حکمت اور عزیمت عطا فرماتا ہے ان کی خداداد فراست اور بصیرت پر اعتماد کئے بغیر چارہ نہیں دین کی حفاظت اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کفر و اسلام کی جو سرحدیں انہوں نے قائم کر دی ہیں اور ان کے جو نشانات مقرر کر دئے ہیں ان کی حفاظت کی جائے اس میں ادنیٰ تساہل اور رواداری دین کو اتنا مسخ کر کے رکھ دیتی ہے کہ جتنا یہودی، عیسائی اور ہندوستان کے مذہب مسخ ہو گئے۔

انبیاء کے صحیح جانشین بھی اس بارے میں الٰہی کی فراست اور عزیمت رکھتے ہیں۔ وہ کفر کا ایک ایک نشان مٹاتے ہیں اور جاہلیت کا ایک ایک داغ دھوتے ہیں۔ کفر کا ادراک کرنے میں ان کی حس عوام سے بہت بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ کفر جس لباس اور جس صورت میں ظاہر ہو وہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ کہیں ہندوستان جیسے ملک میں بیواؤں کے نکاح ثانی کو حرام سمجھنے اور اس سے شدید نفرت رکھنے میں ان کو کفر کی بو محسوس ہوتی ہے۔ اور وہ اس کو رواج دینے اور اس سنت کو زندہ کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات اس پر اپنی جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ کہیں قانون شریعت پر رواج کو ترجیح دینا اور بہنوں کو میراث نہ دینے پر اصرار کرنا، ان کو کفر معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ ایسے لوگوں کی مخالفت اور ان کا مقاطعہ فرض سمجھتے ہیں کبھی اللہ و رسولؐ کا صاف و صریح حکم سن لینے کے بعد اس کو نہ ماننا اور غیر الٰہی عدالت اور غیر الٰہی قانون کے دامن میں پناہ لینا اور غیر اسلامی احکام و قوانین نافذ کرنا ان کو اسلام سے خروج کے مرادف معلوم ہوتا ہے اور وہ مجبوری کی حالت میں وہاں سے ہجرت کر جاتے ہیں۔ کبھی کسی نومسلم کے یا ایسے مسلمانوں کے جو ہندوؤں کی صحبت

میں رہتے ہوں اور ان سے متاثر ہوں۔ گائے کا گوشت کھانے سے احتراز کرنے میں اور اس سے نفرت کرنے میں ان کو ایمان کی کمزوری اور ان کے قدیم مذہب یا غیر مسلموں کی صحبت کا اثر نظر آتا ہے کبھی بعض حالات میں ایک سنت یا فعل جائز، و مستحب کو وہ واجب اور شعار اسلامی سمجھنے لگتے ہیں۔ اور ان کی زبان سے بے اختیار نکل جاتا ہے کہ :

"ذبح بقر در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است"

کبھی وہ غیر مسلموں کے رسوم و عادات اور ان کی تہذیب اور وضع و لباس اختیار کرنے اور ان سے تشبہ پیدا کرنے کی شد و مد سے مخالفت کرتے ہیں۔ اور کبھی ان کی مذہبی تقریبات اور تہواروں میں شرکت کی مخالفت کرتے ہیں۔

غرض کفر یا کفر کی محبت یا اس کی اعانت جس لباس اور جس صورت میں جلوہ گر ہو اور اس کی روح جس قالب میں بھی ظاہر ہو وہ اسے فوراً بھانپ لیتے ہیں ان کو اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہوتا۔ اور اس کی مخالفت کرنے میں کوئی مصلحت ان کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی۔ وہ کفر کو مخاطب کر کے کہتے ہیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من انداز قدت را می شناسم

ان کے زمانہ کے کوتاہ نظر یا رند مشرب و صلح کل جو دیر و حرم، کعبہ و بت خانہ میں فرق کرنا ہی کفر سمجھتے ہیں ان کی تضحیک کرتے ہیں اور تحقیر کے ساتھ ان کو فقیہ شہر، محتسب، واعظ اور "خدائی فوجدار" کا لقب دیتے ہیں لیکن وہ اپنا کام پورے اطمینان و استقلال کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبروں کے دین کی حفاظت ہر زمانہ میں انہی لوگوں نے کی ہے۔ اور آج اسلام یہودیت و عیسائیت اور ہندویت سے ممتاز شکل میں جو نظر آتا ہے وہ انہی کی ہمت و استقامت اور تفقہ کا نتیجہ ہے۔

جزاهم الله عن الاسلام و رسوله و نبيه خير الجزاء

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ

اکابر علماء دیوبند رحماء بینھم کی تصویریں

اسوۃ الاکابر ھدایۃ للاصاغر

امور منصوصہ اور متوارثہ کے سوا ہر مسئلہ میں اختلاف رائے کا امکان ہے اور اس کا وقوع گاہ بے گاہ ہوتا رہتا ہے۔ ہمارے اکابر میں بھی ایسے کئی واقعات کا ظہور ہوا ہے مگر اس میں اھواء نفسانی کا کوئی دخل نہ تھا۔ بلکہ خلوص اور للہیت پیش نظر تھی جس کو جس نے بہتر سمجھا اسے اپنایا مگر حدود سے تجاوز نہیں فرمایا۔ صرف چند واقعات پیش ہیں تاکہ ہم اصاغر کے لئے راہ نما بن جائیں۔ بتوفیقہ تعالیٰ وعونہ۔

(۱) جب دارالعلوم دیوبند میں ایک اہم انتظامی مسئلہ کی وجہ سے اکابر اساتذہ (جو کہ دارالعلوم کا روح اور جوہر تھے) مستعفی ہو گئے۔ جن میں محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کاشمیری۔ شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی، مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمٰن۔ بابا سراج احمد رشیدی۔ مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی۔ مولانا محمد عتیق الرحمان عثمانی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں۔ تو اس وقت کے بالغ النظر وسیع التجربۃ مولانا حبیب الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ صدر مہتمم اور مجلس شوریٰ نے اس عظیم بھنور میں پھنسی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک سلامتی کے ساتھ پہنچانے کے لئے جس کشتی بان کا انتخاب کیا وہ حسین احمد مدنی تھا (نوراللہ مرقدہ) حضرت مدنی دیوبند تشریف لے آئے اور تدریس کا کام شروع کیا تو چند طلبا جن میں مولانا سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ بھی تھے۔ حضرت شاہ صاحب سے درخواست کی کہ آپ کسی بھی وقت شاہ منزل میں ہمیں بخاری شریف پڑھا دیا کریں۔ اس کے جواب میں حسب ارشاد علامہ بنوریؒ شاہ صاحب نے فرمایا:-

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا بھائی مدنی مدرسہ میں پڑھائے اور میں گھر میں پڑھاؤں"

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت شاہ صاحب اور ساری جماعت نے کئی ہزار میل ایک گمنام قصبہ ڈابھیل کو گلشن علم اور مرکز فیوض تو بنانا گوارا کر لیا مگر دارالعلوم کا مقابلہ نہ فرمایا۔ نوراللہ قبورہم

چونکہ اس گناہ گار کو حضرت شاہ صاحب اور دیگر اساتذہ کے ساتھ ڈابھیل کے آخری سفر میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس لئے اس سفر کی تکلیفات کا مختصر سا نقشہ درج کرتا ہوں کہ

"دیوبند سے تقریباً تین دن رات ریل چل کر سورت کے جنکشن پر سحری کو پہنچی۔ اساتذہ نے خصوصاً حضرت شاہ صاحب نے لکڑی کے بنچ پر تہجد پڑھ کر ذکر جلی فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد چھوٹی لائن سے چند گھنٹوں کے بعد مرولی اسٹیشن پر پہنچے۔ وہاں سے بس میں سوار ہو کر کچی سڑک سے چند گھنٹوں کے بعد ڈابھیل کے مدرسہ میں پہنچے۔"

حضرت شاہ صاحب بواسیر کے مریض تھے مولانا عثمانی جیسے نازک مزاج اور دوسرے اکابر نے اس قدر تکلیف دہ سفر کئی سال برداشت کر لیا۔ پھر وہاں کی آب و ہوا خوراک وغیرہا سب غیر مانوس اشیاء تو برداشت کر لیں مگر دیوبند کی مخالفت بالکل مخالفت نہ فرمائی نہ کبھی زبان سے ایسا کلمہ ارشاد فرمایا جو ذاتی وجاہت پر اثر انداز ہوتا۔ حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی رحلت پر دارالعلوم دیوبند میں جو تعزیتی جلسہ ہوا اس میں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے حضرت شاہ صاحب کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا :۔

مجھے ایسے لوگ یاد ہیں جن کو صحیحین زبانی یاد ہیں اور ایسے بھی جانتا ہوں جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہیں مگر جس کو کتب خانہ کا کتب خانہ ہی حفظ ہو وہ مولانا محمد انور شاہ صاحب کے سوا کوئی نہیں (انوار انوری ص ۴)

(۳) خود دارالعلوم دیوبند میں بعض اساتذہ کرام کا سیاسی مسلک میں حضرت مدنی سے اختلاف تھا مگر اخلاص اور احترام کا یہ حال تھا کہ حضرت مدنی کی دل شکنی کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اختصاراً صرف ایک ہی مثال درج کرتا ہوں۔

"مولانا شبیر احمد عثمانی کے برادر بزرگ مولانا مطلوب الرحمن عثمانی جو سیاسی نظریات سے حضرت مدنی کے خلاف تھے۔ مگر حضرت مدنی کے احترام اور عزت افزائی کی وجہ سے ولایتی کپڑے کی بجائے دیسی کھدر کا لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ :۔

"میں محض مولانا کی تکلیف کے خیال سے کھدر پہنتا ہوں ہیں اسے ضروری نہیں سمجھتا مولانا مدنی کا دل جتنا روشن ہے آج اتنا کسی کا نہیں تم یا اور کوئی کیا جان سکتا ہے کہ مولانا حسین احمد کیا ہیں اور ان کا کیا مقام ہے"

(ماہنامہ برہان دہلی اگست ۶۰ء ص ۷۷)

ف حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کو ہر انگریزی چیز سے نفرت تھی خصوصاً ولایتی کپڑے کے لباس سے اس قدر نفرت تھی کہ جس میت کا کفن لٹھے کا ہوتا اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے تھے اس لئے اکثر احباب حضرت کی خوشی کے لئے بعض مواقع پر کھدی کا بنا ہوا کھدر استعمال کرتے تھے۔ ۱۹۴۲ء میں جمعیۃ العلماء ہند کی سالانہ کانفرنس لاہور میں منعقد ہوئی جس میں اکابر علماء کرام جمع تھے مولانا عبدالمالک صدیقی مرشد العلماء بھی تشریف لائے اور دیسی کھدر کا نہ صرف لباس زیب تن تھا بلکہ دستمال بھی خالص کھدر کا تھا۔ ایک محفل میں جس میں یہ گناہ گار بھی شریک تھا آپ نے فرمایا کہ چونکہ مولانا مدنی سے ملاقات ہو گی اس لئے سارا لباس دیسی کھدر کا نیا بنوا کر پہنا ہے"

(۳) حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا مدنی کے سیاسی مسلک میں بعد المشرقین تھا مگر اخلاص کا یہ حال تھا کہ مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا :۔

" اس وقت اپنے عقیدے میں دیوبند کی صدارت تدریس کے لئے آپ کو احق ہی سمجھتا ہوں پھر آپ سے کیسے کینہ کپٹ رکھ سکتا ہوں ؎

کفراست در طریقت ما کینہ داشتن

آئین ما است سینہ چو آئینہ داشتن

جو الفاظ آپ کی شان گرامی کے خلاف لکھے گئے ہیں ان سے کریمانہ مسامحت فرماویں ؎

بھلا دو میرے منہ سے بات گر کوئی نکلی

یہ بیدردی ہے کہنا آہ بسمل بے سری نکلی

(تجلیات عثمانی ص ۶۷۲)

جب حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر دارالعلوم دیوبند میں تعزیتی جلسہ ہوا تو اس میں حضرت مدنی نے مولانا عثمانی کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا :۔

" حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی مرحوم کی شخصیت بے مثال تھی علم و فضل میں آپ کا پایہ بلند تھا اور ہندوستان کے چیدہ علماء میں سے تھے۔ مولانا مرحوم کے منتخب علم و فضل اور بلند پایہ شخصیت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا علمی طور پر ان کی شخصیت مسلّمہ کل تھی تحریر و تقریر کا خداداد ملکہ مولانا مرحوم کا حصہ تھا۔ اور بہت سی خوبیوں کے حامل تھے۔"

(تجلیات عثمانی ص ۶۶)

(۴) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی کے سیاسی مسلک کا اختلاف بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر باقی امور میں قدر شناسی اور احترام کا یہ حال تھا کہ جب مولانا عبدالماجد دریابادی۔ مولانا عبدالباری ندوی کو اپنے ساتھ سفارشی بنا کر لائے اور حضرت مدنی سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت مدنی بھی ان کے ساتھ ہو کر تھانہ بھون پہنچے اور مولانا عبدالماجد دریابادی کو بیعت کرنے کے لئے فرمایا۔ بلکہ اکثر اوقات لوگوں کو یہی مشورہ دیا کرتے تھے۔ جب بعض مفسدہ پردازوں نے زبان درازی کی تو حضرت مدنی نے ارشاد فرمایا۔

" حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کو میں نہ صرف صحیح مسلمان ہونے کا معتقد ہوں بلکہ ان کو بہت بڑا عالم باعمل صوفی کامل جانتا ہوں۔ ہاں ان کی رائے در بارۂ تحریک آزادی ہند غلط سمجھتا ہوں اس بارہ میں میرا یقین کامل ہے کہ میرے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے استاد حضرت

شیخ الہند قدس سرہ العزیز کی رائے نہایت صحیح اور واجب الاتباع تھی۔ یہ غلطی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اجتہادی غلطی جانتا ہوں جس کی وجہ سے حضرت تھانوی مرحوم کی شان میں نہ گستاخی کرتا ہوں اور نہ کسی کی گستاخی کو روا رکھتا ہوں"۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۳ ص ۳۰۰)

اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

" مولانا تھانوی کے مواعظ بہت مفید ہیں ضرور ان کا مطالعہ رکھیں علیٰ ہذا القیاس ان کی کتاب تربیۃ السالک بھی مفید ہے"۔ (کتاب مذکور ص ۶۷)

ادھر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا کہ جب حضرت مدنی کو مراد آباد جیل میں قید کر دیا گیا۔ تو حضرت تھانوی نے گرفتاری کی خبر سنکر اس دن اپنی خانقاہ کے سارے معمولات ترک کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

" مجھے اب محسوس ہوا ہے کہ مولانا حسین احمد کی میرے دل میں اتنی محبت ہے"۔

جب حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس بات کا علم ہوا کہ کچھ حرماں نصیب حضرت مدنی کی شان رفیع میں گستاخی کر رہے ہیں اور آپ پر قاتلانہ حملے ہو رہے ہیں تو آپ نے فرمایا :۔

" مولانا مدنی کی مخالفت کرنے والوں کے سوئے خاتمہ کا اندیشہ ہے جو لوگ حضرت شیخ الاسلام سے عناد و مخالفت رکھتے ہیں وہ اب بھی توبہ کر کے اپنے حسن خاتمہ کی طرف توجہ دیں"۔

(ماہنامہ الصدیق ملتان رجب ۹ھ؁ ص ۳)

(۵) حضرت مولانا محمد الیاس صاحب تبلیغی جماعت کے بانی تھے آپ کی جماعت لفظ سیاست کو بولنا بھی پسند نہیں کرتی۔ اور ان کی ساری تعلیم چھ نمبروں میں منحصر ہے مگر حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ نہ صرف خود اس جماعت میں شرکت فرماتے تھے بلکہ اپنے مسترشدین کو اس جماعت میں شریک ہو کر تبلیغی کام کرنے کی ترغیب دلاتے تھے جیسا کہ آپ نے ایک مرید پروفیسر سید احمد شاہ صاحب کو تحریر فرمایا :۔

" تبلیغی خدمات کو انجام دینے اور اس کے لئے مولانا محمد الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدایات حاصل کرنے کا مبارک قصد ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اور پھر توفیق عطا فرماوے کہ آپ اس عظیم الشان خدمت کو بلکہ اپنی خاندانی وراثت کو بخیر و خوبی انجام دیں۔

(مکتوبات شیخ الاسلام ج ۲ ص ۶۳)

ادھر مولانا محمد الیاس کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو :۔

" مولانا حسین احمد کی سیاسی رائے میری سمجھ سے بالاتر ہے اگر میں اس سے اتفاق کرتا تو ان

کی کفش برداری کرنا فخر ہیں حضرت مدنی کی ذات کے خلاف کوئی کلمہ اپنی زبان پر لا کر جہنم کی آگ خریدنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میں اللہ کے نزدیک ان کے مرتبہ سے آگاہ ہوں اس قسم کا حوصلہ وہی کر سکتے ہیں جو حسین احمد کے درجہ اور مقام سے واقف نہیں اور نہ قرآنی اخلاق کے اسلامی حدود سے بہرہ ور ہیں۔"

مندرجہ بالا چند واقعات تو وہ ہیں جو ہمارے اکابر کے باہمی اختلاف رائے کے باوجود رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ کا مظہر ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہمارے اکابر نے تو غیر علماء کو بھی اپنے عناد اور ضد کا نشانہ نہیں بنایا بلکہ اختلاف رائے کو اختلاف تک محدود رکھا مخالفت یا مخاصمت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ کون نہیں جانتا کہ برصغیر کی تقسیم سے پہلے ہمارے اکابر خصوصاً شیخ العرب والعجم کے خلاف نہ صرف طوفان بے تمیزی برپا کیا گیا بلکہ ان پر قاتلانہ حملے ہوئے ان کی ذات گرامی کو طعن و تشنیع، بہتان و افتراء کا نشانہ بنایا گیا حتیٰ کہ غیر سیاسی اکابر علماء کو بھی یہ فہمائش کرنی ضروری ہو گئی۔

" مذہب اور دین کی حمایت کا نام لے کر عوام کو جوش دلانا اور ان سے اپنا کام نکالنا غلط راہ نمائی ہے جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کو ضبط، صبر، ڈسپلن، تنظیم، استقامت تحمل، برداشت ایثار، باہمی ہمدردی عملی وحدت اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی جائے جو سیاست کی جنگ کے سب سے کارگر ہتھیار ہیں۔ صرف زبانی جوش و خروش گرما گرم محفل اور اخباری بحث اور براہ راست دست و گریبان ہونا قوم کی طاقت نہیں۔ ہماری بحثوں کا موضوع مسائل کا صواب و خطا ہونا چاہیئے۔ نہ کہ اشخاص کے محاسن اور معائب کا اظہار۔"

(ارشادات سید سلیمان ندویؒ مندرجہ معارف)

مگر اسی حسین احمد نے تقسیم کے بعد پاکستان کے حق میں فرمایا:۔

" جب تک کسی جگہ مسجد نہ بنے جگہ کے متعین کرنے میں تو اختلاف کیا جا سکتا ہے مگر جب مسجد بن جائے تو پھر اس کی حفاظت اور اس کی حیثیت کو تسلیم کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔"

(انوار مدینہ)

یعنی حضرت مدنی نے پاکستان کو مسجد کے ساتھ تشبیہ دی۔

جب قائد اعظم محمد علی جناح کا انتقال ہوا تو آپ نے بہ حیثیت صدر جمعیۃ العلماء ہند فاطمہ جناح صاحبہ کو تعزیت کا تار ارسال فرمایا۔

پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان نے ۴۶ء کے الیکشن میں حضرت مدنی کے متعلق جو کہا تھا اس زمانے کے اخبارات آج بھی موجود ہوں گے مگر جب آپ کے سامنے لیاقت علی خان کی موت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا:

پیلو کی بازیافت
Hamdard
PEELU TOO
ہمدرد
مِسواک سے
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تک
پیلو کے مؤثر اور مجرّب اجزاء پر مشتمل ایک مکمل طبّی ٹوتھ پیسٹ پیش کر کے ہمدرد نے حفظِ دنداں کی دنیا میں بھی اوّلیت حاصل کر لی ہے۔
پیلو صدیوں سے دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ہمدرد کی تحقیقِ جدید نے پیلو کے ان افادی اجزاء اور دوسری مجرّب جڑی بوٹیوں سے ایک جامع فارمولے کے مطابق ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا جو پوری طرح دانتوں اور مسوڑھوں کی حفاظت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔
ہمدرد
پیلو ٹوتھ پیسٹ
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں
پیلو کے اوصاف
مسوڑھے مضبوط، دانت صاف
آوازِ اخلاق
پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو
Adarts-HTP-3/85

قومی اسمبلی کے ایوان میں مولانا ایثار القاسمی شہید کا آخری خطاب

پاکستان کو اسلامی فلاحی مملکت بنانے کیلئے شریعت بل کی منظوری ناگزیر ہے۔
ختم نبوت کا تحفظ اور اصحاب رسولؐ کا تقدس ہمارا مشن ہے۔
مشن کی تکمیل میں دھمکیاں ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔

خطبہ مسنونہ کے بعد!

جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس معزز ایوان میں صدر مملکت کی تقریر پر اظہار خیال کا موقع فراہم کیا ہے۔

جناب سپیکر! صدر مملکت کا خطاب، یقیناً اس ایوان کے معزز اراکین کے لئے اور پوری قوم کے لئے نصیحت آمیز تھا۔ اور مجھے امید ہے کہ صدر مملکت کے اس بیان کے مطابق جن باتوں کی طرف انہوں نے نشان دہی کی ہے ہمارے ممبران اور ہماری حکومت ترجیحی بنیادوں پر ان مسائل کی طرف توجہ کرے گی۔ صدر مملکت نے اپنے خطاب میں بہت ساری باتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جس میں سب سے پہلی بات جو فرمائی ہے وہ یہ کہ حکومت ملک کو اسلامی اور فلاحی مملکت بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گی۔

جناب سپیکر! اسلامی فلاحی مملکت پاکستان کو بنانے کے لئے اس وقت سب سے اہم چیز شریعت بل ہے

اور یہ وہ شریعت بل ہے جس شریعت بل کو سینٹ کے اندر سابقہ دور حکومت میں متفقہ طور پر پاس کر دیا گیا اور پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے اس شریعت بل کے متعلق یہ بیانات دے کر قوم اور اسلام کے ساتھ مذاق کیا کہ یہ پوری قوم کے ناک ہاتھ، کان کاٹنے کی طرف قوانین کو لے جائے گا جو کہ وحشیانہ قوانین ہیں۔ اور انہیں ان کی سزا اسی الیکشن میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے مل گئی۔ کہ ان کے اس بیان پر انہیں عبرتناک شکست عوام کی طرف سے مل گئی۔

جناب سپیکر! وہی شریعت بل جب اب ہماری حکومت کے سامنے آیا تو میرے خیال میں اس شریعت بل کو سینٹ کے متفقہ طور پر پاس کئے جانے پر اب اس ایوان قومی اسمبلی کے اندر بھی اسے بعینہٖ متفقہ طور پر پاس کر دیا جاتا کوئی ضرورت نہیں تھی کہ اس کے لئے کمیٹی بنائی جاتی۔ اسے ایک کمیٹی کے حوالے کیا جاتا۔ یعنی جس شریعت بل کو ہم نے الیکشن

کے اندر انتخابات کے اندر ایک ایشو کے طور پر استعمال کیا گیا اور اب میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ بات کہنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ معزز اراکین اور ہماری حکومت یہ مت سمجھے کہ عوام نے ووٹ صنعتی انقلاب کے لئے دیئے ہیں یا غریب عوام کو پانچ مرلہ، سات مرلہ پلاٹ دینے کے نعرے پر ووٹ ملا ہے بلکہ عوام نے اسلامی جمہوری اتحاد کو جو یہ مینڈیٹ دیا تو اس کی وجہ صرف اور صرف اسلامی نظام ہے۔ جو کہ اس ملک کا بنیادی نقطہ ہے۔

جناب سپیکر! جب شریعت بل جس طرح میں نے عرض کیا کہ سینٹ کے اندر متفقہ طور پر پاس ہونے کے بعد پیپلز پارٹی نے اسے متنازعہ بنایا تو ہم نے ان کے خلاف آواز اٹھائی۔ تو باقاعدہ جمہوری اتحاد کی طرف سے متحدہ شریعت محاذ قائم کیا گیا اور اس نے جلسوں اور جلوسوں کا اہتمام کیا لیکن جب وہی شریعت بل اب ہمارے سامنے آیا ہے ہماری گورنمنٹ کو چاہیئے کہ صدر مملکت کی تقریر کے مطابق شریعت بل کو من و عن نافذ کرائے۔ نہ کہ اسے سرکاری بل کا نام دیا جائے یا اس کے اندر یہ کہا جائے کہ اب اس کی مخالفت کی جائے۔

جناب سپیکر! اس کی مخالفت اب بھی وہی لوگ کر رہے ہیں جو پیپلز پارٹی کے دور میں کر رہے تھے۔ پی ڈی اے میں شامل جماعتوں نے پہلے بھی شریعت بل کی مخالفت کی تھی اور اب بھی وہی شریعت بل کی مخالفت کر رہے ہیں۔

ہماری گورنمنٹ کو قطعی طور پر یہ محسوس نہیں کرنا چاہیئے کہ اس شریعت بل کے نافذ ہونے پر فرقہ واریت آئے گی۔

جناب سپیکر! اگر یہ شریعت بل آج نافذ ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ فرقہ واریت آتی ہے تو کل جب اس کے نافذ کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے تو کیا اس وقت ہمارے ذہن میں فرقہ واریت پھیلنے کا خدشہ نہیں تھا۔ یقیناً تمام کی تمام باتیں اس وقت ذہن میں تھیں لہذا میں آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ یہ شریعت بل متنازعہ نہیں ہے بلکہ یہ متفقہ طور پر سینٹ کے اندر منظور کیا گیا ہے۔ لہذا اسے اس ایوان میں لا کر فوراً پاس کر دیں اور فوری طور پر نافذ کر دیا جائے تاکہ صدر مملکت کی تقریر کے مطابق ہمارا یہ ملک اسلامی اور فلاحی مملکت کہلوا سکے۔

جناب سپیکر! صدر مملکت نے اپنے خطاب کے اندر کشمیر، افغانستان اور بابری مسجد کے مسئلہ کا ذکر کیا کہ ہم جنگ نہیں چاہتے لیکن ان مسائل کا پر امن حل بھی چاہتے ہیں تو اس کے لئے جناب سپیکر! کشمیر پر ہماری حکومت کو واضح پالیسی کا اعلان کرنا چاہیئے۔

بابری مسجد کا مسئلہ اتنا اہم مسئلہ ہے کہ مساجد شعائر اللہ ہیں۔ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں لیکن اب تک ہماری حکومت کی طرف سے بابری مسجد کے مسئلہ پر واضح طور پر بھارتی حکومت کا نوٹس نہیں لیا گیا۔

میرا مطالبہ ہے کہ بابری مسجد کے مسئلہ پر حکومت واضح پالیسی اختیار کرکے پورے پاکستان کے مسلمانوں کے ایمانی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے اس مسئلہ کو فوری حل کرائے

جناب سپیکر! صدر مملکت نے ملکی خود انحصاری کی بات کرتے ہوئے خارجہ پالیسی کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ نئی حکومت کی خارجہ پالیسی کی بنیاد آزادی، خود مختاری، امن تعاون، اور بقار باہمی کے اصولوں پر ہو گی۔

جناب سپیکر! یقیناً یہ ایک بڑی نصیحت ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے۔ ہماری حکومت دوسرے ہمسایہ ملکوں کے ساتھ اچھے تعلقات استوار کرے اس سے ہماری اقتصادی ومعاشی پالیسیوں کو تقویت ملے گی مگر

جناب سپیکر! میں اس موقع کی مناسبت سے آپ کی توجہ حالیہ واقعہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ ہمارے ہمسایہ بعض ممالک کے ساتھ بھائی چارے کے تعلقات نہیں ہیں۔ میں اسے بھائی چارہ نہیں سمجھتا بلکہ یہ ایک ہمسایہ ملک کی براہ راست ہمارے ملک میں مداخلت ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ حالیہ لاہور کے اندر ہونے والے اس وقوعہ کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس میں ہمارے ہمسایہ ملک کے ڈائریکٹر جنرل جناب صادق گنجی صاحب کو قتل کیا گیا ہے یقیناً وہ بڑا ظالمانہ اور سفاکانہ اقدام تھا جس کی مذمت اخبارات میں تمام پارٹیاں تمام لوگ کر چکے ہیں۔

لیکن اس بھائی چارے اور ہماری دوستی اور ہمارے تعلق کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے ہمسایہ ملک ایران نے یہ جسارت کی ہے کہ ہمارے ملک کے اندر ایک ...... ٹیم رکھی ہوئی ہے اور ہمارے ملک اندر باقاعدہ ڈپٹی وزیر خارجہ ایک پورا وفد لے کر بیٹھا ہوا ہے اور وہ مطالبہ کر رہا ہے اس بات کا کہ جناب! ایک مذہبی تنظیم جس کے ساتھ میرا تعلق ہے یعنی انجمن سپاہ صحابہؓ کہ اس پر پابندی عائد کی جائے۔ اور ہماری حکومت خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہے اور یہاں تک کہ اس وقوعہ کے بعد اس قتل کے الزام میں انجمن سپاہ صحابہؓ کو ملوث کیا جا رہا ہے۔ آئی جی پنجاب نے پریس کانفرنس کرکے ملک کے اندر فرقہ واریت کو ہوا دیتے ہوئے یہ بات واضح کردی ہے کہ اس قتل کے ساتھ انجمن سپاہ صحابہؓ کا تعلق ہے لیکن ابھی تک یہ بات بھی واضح نہ ہو سکی کہ جن لوگوں نے قتل کیا ہے ان کا یہ انفرادی عمل ہے یا جماعتی عمل ہے تو پھر آپ کو کیا ضرورت تھی کہ آئی جی پنجاب یہ بیان دیتا کہ ایک مذہبی جماعت اس میں ملوث ہے۔

جناب سپیکر! پھر اس کے بعد ہمسایہ ملک کی مداخلت کا اندازہ آپ اس سے کر سکتے ہیں کہ ہمسایہ ملک کے اس وفد نے جب ایف آئی آر درج ہونے لگی یہ مطالبہ کیا کہ ایف آئی آر میں پہلے قاتل کا نام میاں محمد نواز شریف درج کیا جائے دوسرا نام محمد اینار القاسمی کا درج کیا جائے۔ تیسرا نام ...... پھر ساری رات انتظامیہ کی ان کے ساتھ لڑائی ہوتی رہی۔

جناب سپیکر! یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے فرقہ واریت کو ہوا دینے کی کوشش اس لئے ہو رہی ہے کہ

تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ، جو کہ پی ڈی اے کے اندر شامل ہے اور اس سارے کیس کو اٹھا رہی ہے اور ایران کے ایماء پہ اس ملک کو فرقہ واریت میں جھونک رہی ہے

اور شریعت بل کی مخالفت بھی صرف اور صرف وہی تنظیم کر رہی ہے اور کوئی جماعت شریعت بل کی مخالفت نہیں کر رہی تو جناب سپیکر! ان ناموں کو ایف آئی آر میں درج کروانے کی کوشش کی گئی۔ اور اب معلوم نہیں کہ پھر اس ایف آئی آر میں واقعتہً میرا نام درج کیا گیا ہے یا نہیں۔ اس لئے ایف آئی آر کو دبا دیا گیا ہے۔ اور ہمیں مطالبے پر بھی وہ ایف آئی آر نہیں ملی — تو

جناب سپیکر! خارجہ پالیسی میں ہمیں اپنے ہمسایہ ملکوں کے ساتھ یقیناً اچھے تعلقات رکھنا چاہئیں لیکن اچھے تعلقات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمسایہ ملک ہماری دوستی، اخوت، محبت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ہمارے معاملات میں براہ راست مداخلت کرے اور اب

جناب سپیکر! اب تک وہ ایرانی وفد ڈپٹی وزیر خارجہ کی قیادت میں ہمارے پاکستان میں موجود ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک اس کیس کو خصوصی عدالت میں چند روز میں نمٹا کر اس قتل کا فیصلہ نہیں سنا دیا جاتا۔

جناب سپیکر! ابھی تک تو یہ بات بھی واضح نہ ہو سکی کہ وہ قاتل اصلی ہیں یا نقلی ہیں انہیں گرفتار کر کے ایک ڈرامہ رچایا گیا ہے۔ اگر ان کے کہنے کے مطابق قاتلوں کی نشاندہی ہوتی تو پہلے قاتل میاں نواز شریف صاحب ہیں اور اگر میاں نواز شریف کو اس قتل میں ملوث نہیں کیا گیا تو ان کے کہنے کے مطابق پھر ہمیں ملوث کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مقامی انتظامیہ صوبائی گورنمنٹ اس قتل کے اول محرکات سے پردہ پوشی کرتے ہوئے اسکو غلط طرف لے جا کر اس کی ذمہ داری ہمارے اوپر ڈالنا چاہتی ہے اور ایرانی گورنمنٹ جو براہ راست ہمارے معاملات میں مداخلت کر رہی ہے اور اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ایران کے انقلاب کے بعد تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے ذریعے کوشش کی گئی کہ اس ملک میں بھی ایرانی انقلاب کو لایا جائے۔ انجمن سپاہ صحابہؓ نے اس ایرانی انقلاب کا راستہ روکا۔

یہ ہمارا ملک ہے اس ملک کا نظام اپنے عوام کے ہاتھوں میں اور اپنی حکومت کے ہاتھوں میں ہے کسی ہمسایہ ملک کو یہ جرات نہیں ہے کہ وہ اپنا انقلاب یا اپنی پالیسیاں ہمارے ملک کے اندر ٹھونسنے کی کوشش کرے

جناب سپیکر! میں آپ سے گذارش کروں گا اور آپ کی وساطت سے حکومت تک یہ بات پہنچانا چاہتا ہوں کہ کہ ایران کی اس براہ راست مداخلت کو بند کرایا جائے اور صادق گنجی کے قتل پر ہم نے بھی مذمت کی ہے پوری قوم نے مذمت کی ہے اور ہم نے دوستی کا حق اتنا ادا کیا کہ پرائم منسٹر آف پاکستان۔ پریذیڈنٹ آف پاکستان۔ چیف منسٹر آف پنجاب اور گورنر آف پنجاب بہ نام کے تمام حضرات اس کے جنازہ میں شریک ہوئے اور گورنر صاحب کو ساتھ بھیجا ان کے احترام کے پیش نظر، لیکن اس کا صلہ ہمیں یہ دیا کہ ہمارے ملک کے معاملات میں مداخلت کی گئی لہذا حکومت ان کی براہ راست مداخلت بند کرائے اور اس قتل کی صحیح تفتیش کر کے اصل قاتلوں کی طرف تفتیش کا رخ موڑا جائے اور ہمیں اس قتل میں ملوث نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے ایک اور بات عرض کرتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ کی بے حسّی کا اندازہ آپ کیجئے کہ پرسوں مجھے آئی جی صاحب کی طرف سے اپنے مقامی پولیس افسر کے ذریعے یہ اطلاع پہنچی کہ جناب! ایرانی کمانڈوز آپ کو قتل کرنے کے لئے پاکستان میں داخل ہو چکے ہیں لہذا آپ کو اگر کسی فورس کی ضرورت ہے تو آپ ہم سے لیں ورنہ آپ اپنی خود حفاظت کریں۔

جناب سپیکر! میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ہماری کوئی سرحد نہیں ہے جس کا جی چاہے ہمارے ملک میں داخل ہو جائے وہ ایرانی کمانڈوز کیوں داخل ہوئے ؟ داخل ہوئے تو پتہ چل گیا، انہیں داخل ہونے کیوں دیا گیا ؟

جناب سپیکر! یہ بات بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ میں اس بات (قتل کی دھمکی) سے آزردہ نہیں ہوں۔ ہم پاکستان کے اندر اصحابؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدس چاہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا تحفظ چاہتے ہیں اور اہل سنت والجماعت کے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں۔ یہ ہمارا مشن ہے ہم ان شاء اللہ العزیز پرامن طریقے سے اپنے مشن کو پورا کریں گے۔ لیکن یہ کہ قتل کی دھمکیاں اور یہ کہ ایرانی کمانڈوز قتل کرنے کے لئے داخل ہوئے ہیں ہماری راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں ؛

(قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ سے حاصل کردہ کیسٹ سے منقول)

ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن

میری علمی اور مطالعاتی زندگی
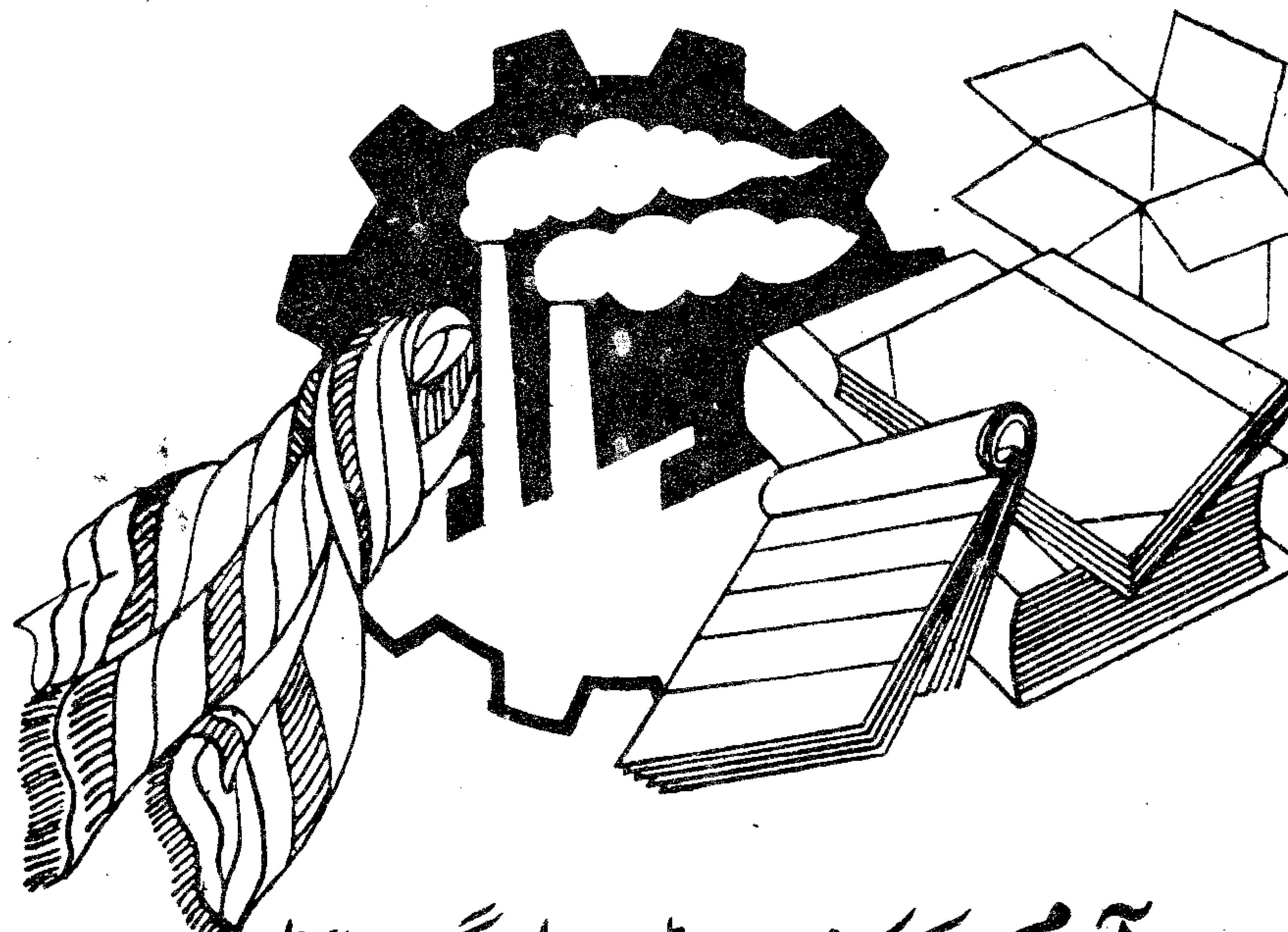
مجھ پر اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھے بچپن ہی میں ایسے علمائے دین کی صحبت میں بیٹھنے اور استفادہ کرنے کا موقع ملا ہے جو اپنے وقت کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ ان میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ سرِ فہرست ہیں، ان کے درسِ قرآن میں بھی شرکت کی سعادت ملتی رہی اور خطبۂ جمعہ میں بھی، ان کے رسائل بھی پڑھے اور "خدام الدین" بھی۔ ان کی تقریر بھی اُن کی تحریر کی طرح عام فہم اور دل میں اُترنے والی ہوتی تھی۔ ان کی "مجلسِ ذکر" بھی بڑی ہی اکسیر تھی، اس میں ذکرِ الٰہی کی برکت سے دِلوں میں نُور اور آنکھوں میں سرور پیدا ہوتا تھا۔

جن خطباء کی تقریروں نے بے حد متاثر کیا اُن میں امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، علامہ علاؤ الدین صدیقیؒ، مولانا احتشام الحق تھانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، شورش کاشمیریؒ اور مولانا محمد اجمل خان خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ امیرِ شریعتؒ کی صرف تین ہی تقریریں سُنی تھیں جن کا نقش دل پر اب بھی قائم ہے۔

جن صوفیاء کرام سے متاثر ہُوا ان میں مُرشدی حضرت مولانا عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ کے نام آتے ہیں۔

جن علمائے دین کی علمی تقریروں، تحریروں نے متاثر کیا اُن میں علامہ شمس الحق افغانیؒ، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا سید گُل بادشاہؒ، شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ شامل ہیں۔

جن علمائے دین کی تصانیف نے بہت ہی متاثر کیا اُن میں مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا مفتی محمد شفیعؒ، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، اور خصوصاً عربی زبان میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ، علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، شیخ عبد العزیز بن باز، الشیخ محمد صالح العثیمین، الشیخ محمد علی الصابونی، الشیخ علی الطنطاوی، شیخ یوسف القرضاوی اور عبد الفتاح ابوغدہ کے

نام آتے ہیں۔

جن اساتذۂ کرام نے متاثر کیا ان میں برادر مکرم مولانا قاری محمد عارف صاحب ایم اے، مولانا قاری فضل کریم صاحبؒ، علامہ نور الحسن خانؒ، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور استاذ الاساتذہ مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ بہت نمایاں ہیں۔

درسِ نظامی کے موجودہ نصاب میں صرف ونحو کی بعض اچھی کتابوں کا اضافہ مناسب ہوگا، خصوصاً جو کتابیں بلادِ عربیہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ علم ادب میں بھی مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتابیں قصص النبیین وغیرہ مفید ثابت ہوں گی۔ اس میں طلبہ کو خوب محنت کرائی جائے تاکہ تقریر وتحریر میں دقّت نہ ہو۔ منطق حکمت وفلسفے سے متعلق کتب کے بجائے اگر عصری جامعات میں پڑھائی جانے والی کتب شامل کر دی جائیں تو اس کا فائدہ عام ہوگا۔

اسی طرح معاشیات اسلام کا ایک اہم شعبہ ہے، درسِ نظامی میں اس پر مفید کتب ضرور شامل کرنی چاہئیں اس کا فائدہ بھی عام ہوگا۔

تاریخ پر اچھی کتب ندوۃ المصنفین نے بھی شائع کی ہیں اُن کا مطالعہ و اضافہ بھی اچھا ہوگا۔

علمِ تفسیر و حدیث ہی کی خاطر یہ سارا نصاب پڑھایا جاتا ہے، قرآنِ پاک کی کوئی بھی مکمل تفسیر ضرور پڑھائی جانی چاہیئے، اسی طرح حدیث بھی مزید تحقیق سے پڑھائی جانی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں سلامتِ فکر کے ساتھ خدمت دین کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

بقیہ۔ اکابر علماء دیوبند

"کون جاہل اس میں شک کرتا ہے بے شک وہ شہید ہوئے۔"

(الجمعیۃ دہلی شیخ الاسلام نمبر ص ۱۴۴)

آپ پر اسی زمانے میں بریلی میں قاتلانہ حملہ ہوا اور سخت ذہنی اذیت پہنچائی گئی مگر آپ نے مندرجہ ذیل بیان جاری فرمایا :-

" میں اپنی طرف سے سب کو معاف کرتا ہوں مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں اور آخر میں یہ شعر لکھا ؎

مرادِ ما نصیحت بود و کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

(باقی ص۵۱ پر)

مولانا محمد شہاب الدین ندوی

قدرت کا قانونِ زوجیت و ہمہ گیری

(فلسفہ و حکمت اور اسرار)

خلّاقِ عالم نے تمام مظاہرِ حیات (زندہ اشیاء) ہی کو نہیں بلکہ تمام مظاہرِ علوم (موجوداتِ کائنات) کو بھی جوڑے جوڑے بنا کر پیدا کیا ہے۔ چنانچہ جس طرح اس نے انسانوں کو مرد اور عورت کے روپ میں جوڑے جوڑے بنا کر وجود میں لایا ہے اسی طرح اس نے حیوانات و نباتات کے جوڑے بنائے ہیں۔ جیسا کہ یہ حقیقت نہ صرف قرآنِ حکیم سے بلکہ تحقیقاتِ جدیدہ کی رو سے بھی پوری طرح ثابت ہے۔

وخلقناکم ازوجاً (نبا ۸) — اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے بنا کر پیدا کیا ہے

وجعل لکم من انفسکم ازواجاً ومن الانعام ازواجاً (شوریٰ ۱۱) — اسی نے تمہاری جنس سے تمہارے لئے جوڑے بنائے اور چارپایوں کے بھی جوڑے بنائے

وانزل من السماء ماءً فاخرجنا به ازواجاً من نباتٍ شتّٰی (طٰہٰ ۵۳) — اور اس نے بادل سے پانی برسایا پھر ہم نے مختلف نباتات سے جوڑے نکالے۔

ومن کل الثمرات جعل فیھا زوجین اثنین (رعد ۳) — اور اس نے ہر قسم کے پھلوں سے ایک جوڑا (نر و مادہ) بنایا۔

وانه خلق الزوجین الذکر والانثیٰ (النجم ۴۵) — اور یہ کہ اسی نے (دہر) جوڑے کو نر و مادہ کے روپ میں بنایا۔

سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لایعلمون۔ یٰس (۳۶) — پاک ہے وہ (ربِ برتر) جس نے ان تمام جوڑوں کو پیدا کیا جن کو زمین (نباتات کی شکل میں) اگاتی ہے اور خود ان کو اپنی جنس میں اور ان (تمام) چیزوں میں جن کو یہ لوگ (اس وقت) نہیں جانتے۔

قرآنِ حکیم کی یہ آیات دلیلِ ناطق ہیں کہ قانونِ زوجیت (یعنی نر و مادہ کا وجود) جس طرح عالمِ انسانی میں پایا جاتا ہے،

اسی طرح وہ دنیائے حیوانات اور دنیائے نباتات میں بھی موجود ہے۔ نیز یہ کہ آخری آیت کریمہ کے مطابق انسان ایسی بہت سی اشیاء کی اصلیت سے ناواقف ہے جن میں یہ قانون پایا جاتا ہے اور یہ بات موجودہ سائنٹیفک دور میں بھی صحیح ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کے ہمہ گیر سائنسی ترقی کے زمانے میں بھی انسان کا علم اس سلسلے میں بہت محدود ہے اور اسکے بارے میں کوئی کلی علم حاصل نہیں ہے۔ بلکہ لگاتار تجربات کے باعث اس باب میں چند ہی اسرارِ فطرت منکشف ہوسکے ہیں۔ اور ابھی حقائق کا ایک تانتا ہے جو صف باندھے کھڑا ہے۔ لیکن انسان اپنی کھوجی طبیعت کے باعث اُن سنگ ہائے میل کی طرف برابر بڑھ رہا ہے۔ جنہیں قرآن حکیم نے اس میدان میں مختلف مقامات پر نصب کردئیے ہیں گویا کہ وہ پتھر کی لکیریں ہیں۔ جن کی تصدیق وتائید جدید تحقیقات کے ذریعہ ہورہی ہے اور اس سلسلے میں دن بدن نئے نئے حقائق سامنے آرہے ہیں۔

زوجیت میں کشش باہمی کا عنصر

غرض اس کائنات کی بنیاد قانونِ زوجیت پر ہے جس کے باعث زندگی اور اس کے مظاہر رواں دواں ہیں۔ اور زوجیت میں بنیادی عنصر کشش واتصال ہے۔ چنانچہ نقاشِ فطرت نے اس کائنات اور اس کی اشیاء کو کچھ اس ڈھنگ سے پیدا کیا ہے۔ کہ یہاں پر ہر ذرہ میں دوسرے ذرہ سے ملنے اور اس سے ملاپ کرنے کی تڑپ پائی جاتی ہے۔ خود مادی اشیاء کا ظہور بنیادی طور پر الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران جیسے ذرات کی کشش واتصال کا باعث ہے۔ اور پھر دنیا کی ہر شئے دوسری شئے سے مل کر ایک نیا وجود منظر عام پر لانے اور نیا جنم دینے کے لئے بیتاب رہتی ہے۔ چنانچہ آپ دنیائے نباتات، دنیائے حیوانات اور عالمِ انسانی کے مختلف روپ اور ان کے مختلف مظاہر میں غور کیجئے تو یہ حقیقت آپ کو دو اور دو چار کی طرح ظاہر دکھائی دے گی۔ کہ دو مختلف عناصر اور دو مختلف اشیاء کے ملاپ سے ایک نئی چیز یا ایک نیا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ نباتات کی دنیا میں غور کیجئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ قسم ہا قسم کا اناج، دالیں، ترکاریاں، پھل اور میوے وغیرہ اور انواع واقسام کی اشیاء کا ظہور دراصل مختلف قسم کے پھولوں کے سنجوگ یا وصل ووصال اور مختلف عناصر کی باہمی کشش واتصال کا نتیجہ ہے اور خلاقِ عالم نے مختلف اجزاء وعناصر میں مادی اعتبار سے نہ صرف جذب واتصال کی خصوصیت رکھی ہے بلکہ ایک دوسرے کو لبھانے اور ایک دوسرے کو اپنی طرف مائل کرنے کے لئے انہیں حسن اور خوبصورتی سے بھی نوازا ہے۔ اور یہ قانون زوجیت کی ایک اہم ترین خصوصیت ہے۔ چنانچہ "انواعِ حیات" میں یہ خصوصیت بہت واضح اور نمایاں ہے۔ ہر نر ومادہ کو خالقِ کائنات نے کچھ ایسے ڈھنگ سے پیدا کیا ہے اور اسے حسن وخوبصورتی سے اس طرح آراستہ کیا ہے کہ ہر نر مادہ کی طرف طبعی طور پر میلان رکھتا ہے اور ہر ایک دوسرے میں خود کو جذب کرکے ایک نیا وجود منظر عام پر لانے کے لئے بے قرار رہتا ہے اسی بنیاد پر یہ دنیا اور اس کا نظام جاری ہے اگر قانونِ زوجیت نہ ہوتا تو پھر یہ کارخانۂ فطرت بھی قائم نہ رہتا۔ بلکہ یہ سارا

سلسلۂ وجود ایک مہمل اور بے معنی بات ہوتی۔ نہ تو انسانی وجود قائم رہتا اور نہ ہی انسان کو سہارا دینے اور اسے زندہ رکھنے کے لئے حیوانات اور نباتات ہی برقرار رہتے بلکہ پوری کائنات سُونی سُونی اور بے کیف سی معلوم ہوتی یا کسی جنگل و بیابان کے مشابہ ہوتی۔ انسانوں، حیوانوں اور پیڑ پودوں سے خالی۔

نباتات میں زوجیت کا حیران کن نظام

سلسلۂ حیات کو قائم رکھنے کے لئے خلاّقِ ازل نے اشیائے عالم کو نہ صرف بامعنی وجود بخشا ہے بلکہ نر و مادہ کو ایک دوسرے کی طرف کشش و اتصال کرنے کے لئے انہیں حسن و خوبصورتی سے بھی نوازا ہے۔ دنیائے انسانی اور دنیائے حیوانی میں یہ کشش و اتصال ظاہر ہے کہ ایک بدیہی حقیقت ہے جس کی وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ دنیائے نباتات کے لئے ایک "نظری" چیز ضرور ہے۔ بالفاظ دیگر نباتات بھی ایک دوسرے کو لبھا سکتے ہیں۔ اس پر دلیل قائم کرنے کی ضرورت ہے تو اس سلسلے میں قرآن حکیم ہمارے لئے دلیل راہ ہے جو صاف صاف اعلان کرتا ہے۔

وتری الارض ھامدۃً فاذا	اور تم زمین کو (بالکل) خشک دیکھتے ہو،
انزلنا علیھا الماءَ	مگر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ
اھتزّت وربت و	(اچانک) جھوم اٹھتی اور نمو پانے لگتی ہے
انبتت من کل زوجٍ	اور ہر قسم کے خوشنما ازواج (نر و مادہ پھول
بھیجٍ ٭ (حج ۵)	و پودے) اُگا دیتی ہے۔
والارض مددنٰھا و القینا	اور ہم نے زمین کو (اس کی گولائی میں) پھیلایا
فیھا رواسی و انبتنا	اور اس میں پہاڑ نصب کر دئے اور اس میں
فیھا من کل زوجٍ	رنگ برنگے خوشنما نر و مادہ (درخت اور
بھیجٍ (ق۔۷)	پھول) اُگا دئے۔

ان دو آیتوں میں لفظ "زوج" استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا اطلاق کسی جوڑے کے ہر فرد پر ہوتا ہے خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔ یہ لفظ کے حقیقی معنی ہیں۔ عصرِ جدید سے پہلے اس لفظ کے مجازی معنی لئے جاتے تھے اور کلام کا قاعدہ یہ ہے کہ کسی لفظ کے مجازی معنی لینا صرف اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جب کہ اس کے حقیقی معنی مراد لینا ممکن نہ ہو لیکن اب تحقیقاتِ جدید کی بدولت اس لفظ کے حقیقی معنی مراد لینا ممکن ہو گیا ہے۔ اور اس سے کلامِ ربانی کا ایک نیا اعجاز سامنے آتا ہے۔

جدید تحقیقات کی رو سے پیڑ پودوں میں زوجیت یا عمل زیرگی (POLLINATION) کا جو عمل رونما ہوتا ہے وہ پھولوں میں ہوتا ہے۔ اسی بنا پر پھولوں کو انتہائی حسین اور خوبصورت بنایا گیا ہے مگر یہ اور بات ہے

کہ یہ عمل براہ راست کم اور زیادہ تر بالواسطہ شہد کی مکھیوں، تتلیوں، بھونروں، پرندوں اور مختلف قسم کے حشرات وغیرہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ جو ان پھولوں کی مٹھاس چوس کر اپنا پیٹ بھرنے کی غرض سے ایک پھول سے دوسرے پھول تک جاتے ہیں اور انجانے پن میں نر پھولوں کا زیرہ یا سفوف کی شکل کے ننھے ننھے زردانے (POLLEN GRAINS) مادہ پھولوں تک پہنچا کر انہیں بارآور کر دیتے ہیں۔ چنانچہ پروردگار عالم نے ان پھولوں کو اس مقصد کے لئے خوبصورتی کے ساتھ ساتھ بھینی بھینی خوشبو اور شہد جیسا ایک میٹھا رس بھی عطا کیا ہے تاکہ وہ خود اپنی بارآوری کے لئے شہد کی مکھیوں، تتلیوں اور حشرات وغیرہ کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں۔ پھولوں میں چونکہ ایک قسم کا رس ہوتا ہے جس کے لالچ میں یہ ننھی منی مخلوق ان پر ٹوٹ پڑتی ہے اور نہ صرف اپنا پیٹ بھرتی ہے بلکہ انجانے پن میں ایک بہت بڑی خدمت بھی انجام دیتی ہے۔ اور نظام فطرت کے اس دوطرفہ عمل کے باعث نہایت درجہ حیران کن طریقے سے ایک دوسرے کی مدد بخوبی ہو جاتی ہے اس طرح ربّ کائنات عجیب وغریب طریقے سے کارخانۂ حیات کو رواں دواں رکھے ہوئے ہے اور ایک مخلوق کی ضرورت دوسری سے پوری کر رہا ہے۔

انسانی زندگی کا دارومدار اگر پیڑ پودوں میں یہ عمل نہ ہوتا تو آپ جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوتا؟ نتیجہ یہ ہوتا کہ کوئی بھی حیوان زندہ نہ رہ سکتا۔ کیونکہ حیوانات کی زندگی کا دارومدار نباتات ہی پر ہے۔ اگر نباتات پھل وبینا بند کر دیں تو پھر حیوانی زندگی کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی کا دارومدار نباتات اور حیوانات دونوں پر ہے اگر یہ دونوں نہ ہوں تو پھر انسانی زندگی کا خاتمہ بھی یقینی ہے اس اعتبار سے دیکھا جائے تو نظر آئے گا کہ پوری دنیائے حیات کا دارومدار قانونِ زوجیت پر ہے اور اس طرح یہ ایک ہمہ گیر قانون ہے جو ایک عظیم اور خلّاق ہستی کی یاد دلاتا ہے۔

ومن کل شیءٍ خلقنا زوجین لعلکم تذکرون (ذاریات - ۴۹)

اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے تاکہ تم متنبہ ہو سکو۔

کائنات میں انسان کی اہمیت حاصل یہ کہ اس کارخانۂ حیات کو جاری رکھنے کے لئے زوجیت یا ازدواجی زندگی کا تسلسل ضروری ہے خواہ وہ عالم نباتات وحیوانات میں ہو یا عالم انسانی میں۔ انسان اس کائنات کا حاصل ہے جو زمین پر خلیفہ بنا کر پیدا کیا گیا ہے اور انسان ہی کے لئے یہ بزم کائنات سجائی گئی ہے اُسی کے دم سے یہاں کی رونق ہے اور وہی اس چمن زار کا گل سرسبد ہے۔ اگر انسان نہ ہوتا تو پھر یہ بزم بالکل سُونی سُونی ہوتی اور گلاب نرگس اور لالہ وچنبیلی اپنی بے قدری پر ماتم کناں نظر آتے۔ کوئل کی کوک اور پپیہا کے سُریلے نغموں کی داد دینے والا کوئی نہ ہوتا۔ ہیرے جواہرات اور یاقوت والماس کی قدردانی مفقود ہوتی۔ اس اعتبار سے انسان اس عالم رنگ وبو

کاڈ لہا اور اس جہانِ آب وخاک کا اصلی ہیرا ہے۔

غرض انسان کا مرتبہ اس کائنات میں بہت بڑا ہے اور اسی اعتبار سے اس کی ذمہ داریاں بھی بہت زیادہ ہیں۔ اسی بنا پر اسے احساس و ادراک اور عقل و شعور کے اعلیٰ مرتبہ پہ فائز کرتے ہوئے اس پر اخلاقی و شرعی ذمہ داریوں کا بار بوجھ بھی ڈالا گیا ہے۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے جس سے دوسرے تمام انواعِ حیات عاری ہیں۔

ولقد کرمنا بنی ادم وحملنٰھم فی البرّ والبحر ورزقنٰھم من الطیبٰت و فضلنٰھم علیٰ کثیرٍ ممن خلقنا تفضیلاً ۰ (بنی اسرائیل ۷۰)	اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی، انہیں بر و بحر میں سواریاں عطا کیں انہیں ستھری چیزوں سے نوازا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی۔

انسان کو چونکہ بیشتر مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے اس لئے قانونِ ازدواج کے طور طریقوں میں بھی انسانوں اور غیر انسانوں میں نمایاں فرق نظر آتا ہے اور اس پر اخلاقی و شرعی قیود و ضوابط کا اضافہ الگ ہے ظاہر ہے کہ انسان کی خلقت اور اس کی سرشت نباتات و حیوانات سے یکسر مختلف ہے۔ نباتات زمین میں ایک جگہ گڑھے ہوتے ہیں۔ جب کہ حیوانات میں اخلاقیات کا کوئی وجود ہی نہیں ہے کیونکہ ان میں عقل و شعور کا درجہ بالکل ابتدائی نوعیت کا ہے۔

انسان حیوانِ محض نہیں ہے | انسان ڈارون کے نظریہ کے مطابق محض ایک "ترقی یافتہ" حیوان نہیں بلکہ وہ اپنی اصل سرشت کے لحاظ سے فرشتہ ہے۔ کیونکہ اس کے خمیر میں ملوکیت کے اجزاء بھی شامل کر دئے گئے ہیں۔ بلکہ وہ اصلاً صفاتِ خداوندی کا ایک نمونہ ہے جو خیر و شر میں تمیز کرنے کی غرض سے پیدا کیا گیا ہے واقعہ یہ ہے کہ انسان ایک لحاظ سے "حیوان" ہے تو دوسرے لحاظ سے "فرشتہ" بھی ہے جب کسی انسان میں اس کی حیوانیت اس کی ملکوتیت (فرشتوں جیسی خصلت) پر غالب آجاتی ہے تو وہ نرا حیوان بن جاتا ہے لیکن اگر اس کی ملکوتیت اس کی حیوانیت پر غالب آجائے تو وہ فرشتہ کہلاتا ہے۔ لہٰذا اصل انسانیت یہ ہے کہ اس کی حیوانیت مغلوب رہے۔ غالب نہ ہو جائے۔ ورنہ ایک انسان اور ایک حیوان میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔ تمام انبیائے کرام کی دعوت کا خلاصہ یہ تھا کہ وہ انسان کو حیوانی جذبات پر قابو پانے اور ملکوتی جذبات ابھارنے کی غرض سے دنیا میں تشریف لاتے رہے۔

جنسیاتی اعتبار سے مرد اور عورت کا ایک تقابل | اسلام کی نظر میں مرد اور عورت دونوں انسان ہونے کی حیثیت سے برابر برابر ہیں۔ اور جہاں تک جنسیات کا تعلق ہے قرآن حکیم کے مطالعہ سے

یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ کلام الٰہی میں مرد اور عورت دونوں کو اگرچہ ایک دوسرے کا ساتھی (ازواج) اور ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے (البقرہ ۱۸۷) لیکن مرد کو زیادہ حاجت مند قرار دیا گیا ہے۔ بخلاف عورت کو مرد کا زیادہ حاجت مند قرار دینے کے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے۔

هو الـذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منها زوجها لیسکن الیها (اعراف ۱۸۹)

وہی ہے جس نے تمہیں ایک ہستی سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا ساتھی (بیوی کے روپ میں) بنایا تاکہ وہ اس سے سکون حاصل کرے۔

اس آیت کریمہ کی مزید شرح و تفصیل اس دوسرے مقام پر اس طرح کی گئی ہے۔

ومن ایٰته ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیها وجعل بینکم مودۃً و رحمۃً (روم ۲۱)

اور اس (کے وجود) کی نشانیوں میں سے ہے یہ بات کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے بیویاں بنائیں۔ تاکہ تم اُن سے سکون حاصل کرسکو اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔

جمالیاتی اعتبار سے اگرچہ مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لیے کشش کا باعث ہیں اور جنسی لحاظ سے بھی دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے ہیں مگر جہاں تک اس بارے میں صحیح صورت حال کا تعلق ہے وہ یہ ہے کہ مرد عورت کے مقابلے میں جنسیاتی اعتبار سے نہایت درجہ جلد باز اور بے صبرا واقع ہوا ہے جب کہ اس کے برعکس عورت کے مزاج میں تحمل اور بردباری ودیعت کر دی گئی ہے۔ پھر اس کے علاوہ عورت کی فطری شرم و حیا بھی اس سلسلے میں کسی قسم کے اقدام میں مانع نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ فاعل بننے کے بجائے ہمیشہ مفعول بنتی ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم نے حقیقت واقعہ سے کام لیتے ہوئے اس فعل کی نسبت بجائے عورت کے مرد کی طرف ہے جیسا کہ اس موقع پر "لِیَسْکُنَ" اور "لِتَسْکُنُوا" کے الفاظ دلالت کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنسیاتی اعتبار سے اصل فائدہ مرد کو پہنچتا ہے۔ اسی بنا پر ایک دوسرے موقع پر ارشاد ہے کہ عورتوں کی محبت مردوں کے دلوں میں خوب اچھی طرح رچا بسا دی گئی ہے گویا کہ مرد عورتوں کے دیوانے ہوتے ہیں۔

زین للناس حب الشهوات من النساء و البنین ہ (آل عمران ۱۴)

لوگوں کے دلوں میں مرغوب چیزوں، جیسے عورتوں اور بیٹوں کی محبت ڈال دی گئی ہے۔

اس اعتبار سے مرد اور عورت کی فطرت میں بہت بڑا فرق ہے یہی وجہ ہے کہ تمدنی و معاشرتی اعتبار سے عورت کے مقابلے میں مرد کی زیادہ اہمیت ہے۔ مرد اول تو جسمانی اور حیاتیاتی اعتبار سے قوی ہیکل اور زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ جنسیاتی اعتبار سے وہ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ نہایت درجے بے صبرا ہوتا ہے اور پھر معاشرتی و تمدنی اعتبار سے وہ نہ صرف عورت کا متلاشی رہتا ہے بلکہ وہ اپنا گھر بسانے کے لئے اسے اپنے یہاں لے آتا ہے۔

مہر کا فلسفہ | اسی وجہ سے اسلام میں نکاح کے موقع پر مال خروج کرنا مرد کے ذمہ قرار دیا گیا ہے اور یہ ایک فطری اور معقول ضابطہ ہے۔ اس کے برعکس عورت جسمانی اعتبار سے کمزور اور نازک ہوتی ہے۔ وہ جنسی اعتبار سے متحمل اور بردبار بھی ہوتی ہے اور اسے سب سے بڑا جو ہتھیار دیا گیا ہے وہ ہے اس کا حُسن اور اس کی خوبصورتی تاکہ وہ مرد کو رجھا کر اسے اپنی طرف مائل کر سکے۔ پھر چونکہ تمدنی و معاشرتی اعتبار سے عورت مرد کی ماتحت اور اس کے زیر دست ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام نے اس پر شادی بیاہ کے اخراجات کا بار بوجھ نہیں ڈالا۔ بلکہ اس کے برعکس عورت کو مرد کی جانب سے ایک معقول معاوضہ نکاح کے وقت یا اس کے بعد دلایا جاتا ہے جسے مہر کہتے ہیں۔ اور مہر عورت سے استفادہ کرنے کا ایک معقول حق ہے۔ جسے شریعت نے نہایت درجہ ضروری قرار دیا ہے۔

حاصل یہ کہ عورت جسمانی و حیاتیاتی اعتبار سے نہ صرف کمزور ہوتی ہے بلکہ وہ نکاح کے بعد اپنے شوہر کی دست نگر بن کر رہتی ہے۔ اور پھر اس کے بچے بھی بجائے اس کی طرف منسوب ہونے کے اس کے باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ گویا کہ عورت کو اپنا سب کچھ لٹا دینا پڑتا ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے نکاح کے موقع پر مرد کی جانب سے عورت کو ایک معقول رقم یا کوئی قیمتی چیز دینا ضروری قرار دیا ہے۔ تاکہ عورت کو اس کے حق خدمت کا کچھ صلہ مل جائے۔ اس اعتبار سے یہ نہ صرف ایک معقول قانون ہے بلکہ یہ عورت کی فطری "کمزوری" کا بھی ایک شرعی اعلان ہے۔

بقیہ ص ۴۴

(الجرم میرٹھ الشیخ الاسلام نمبر ص ۱۲۱)

۱۹۴۸ء میں آل انڈیا جمعیۃ العلماء کی کانفرنس میں جو خطبہ صدارت ارشاد فرمایا اس میں یہی ارشاد فرمایا کہ دونوں کا بھلا باہمی اتفاق اور پیار محبت سے زندگی گذارنے میں ہے۔

غرضیکہ ہمارے اکابر نے اختلاف آراء کو وجہ مخاصمت اور سبب عناد نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی سعادت بخشے۔ آمین

محفوظ قابلِ اعتماد مستعد بندرگاہ

بندرگاہ کراچی

جہازرانوں کی جنت
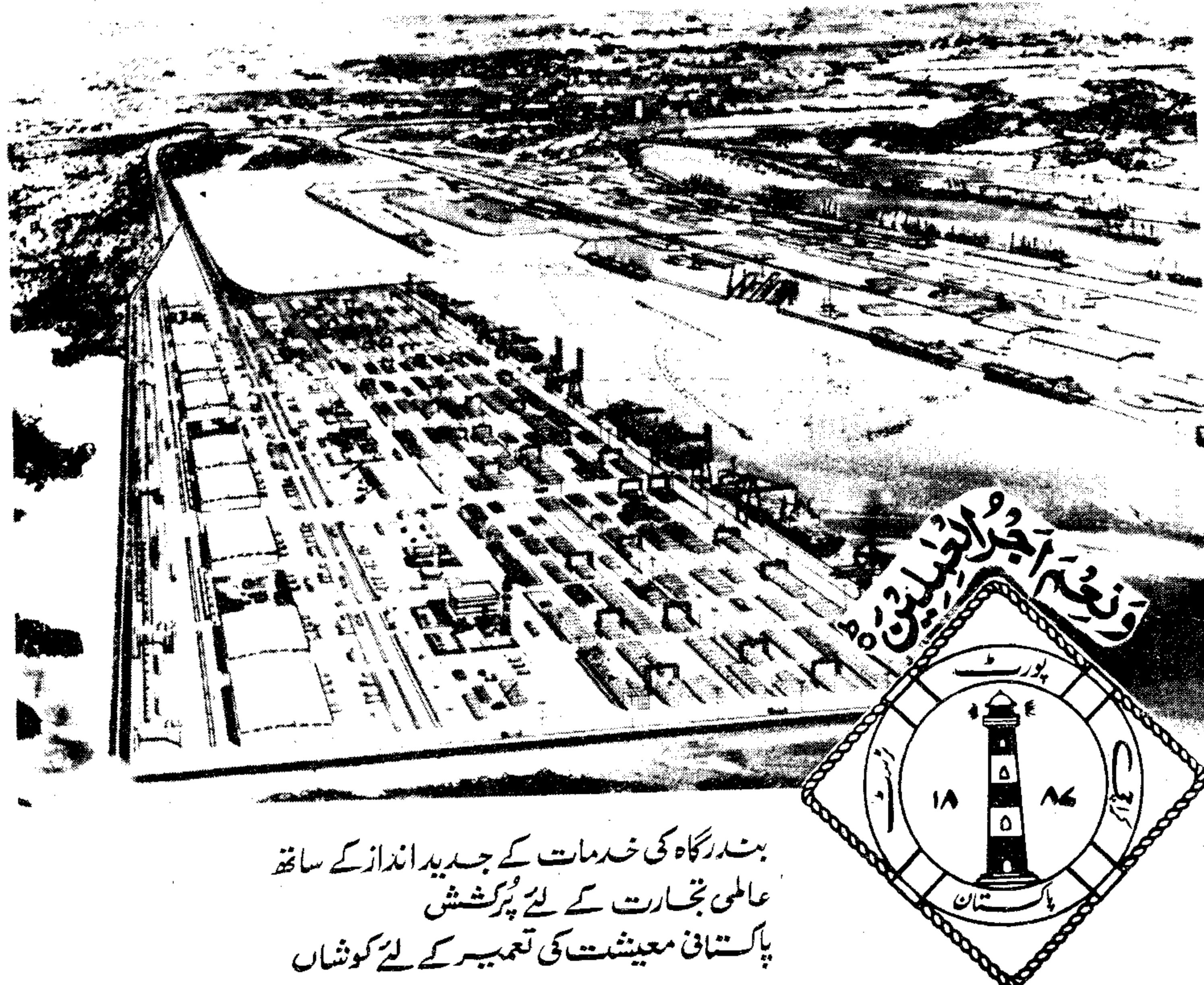
بندرگاہ کی خدمات کے جدید انداز کے ساتھ
عالمی تجارت کے لئے پُرکشش
پاکستانی معیشت کی تعمیر کے لئے کوشاں

ہماری کامیابیوں کی بنیاد

- انجنیئرنگ میں کمالِ فن
- مستعد خدمات
- جدید ٹیکنالوجی
- باکفایت اخراجات
- مسلسل محنت

۲۱ ویں صدی کی جانب رواں

بمع

جدید مربوط کنٹینر ٹرمینلز
نئے میرین پروڈکٹس ٹرمینل
بندرگاہ کراچی ترقی کی جانب رواں

KPT - 4 / 88 PID - Islamabad

از مولانا ڈاکٹر حسن نعمانی / مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

قرآن کے بغیر اُردو تراجم

ماہنامہ الحق کے جنوری ۹۱ء کے شمارہ میں "قرآنی آیات کا ترجمہ اور اخبارات" کے عنوان سے طبع شدہ مضمون وقت کی ضرورت اور صحیح ہدف ہے احباب کو پسند آیا۔ خدا کرے کہ ارباب بست و کشاد بھی عقل کے ناخن لیں اور قوم و ملت کو کسی نئے فتنے میں مبتلا نہ کریں۔ ذیل کی تحریر اسی سلسلہ تفہیم و تنبیہ کے پیش نظر لکھی گئی ہے۔

قرآن مجید آخری آسمانی کتاب جو تمام کتب سماوی کا خلاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بواسطہ جبریل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی۔ پوری دنیا کے اندر اگر کوئی شے شک و شبہ سے پاک اور یقینی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم ہے۔ اگر مخالفین کے دل و دماغ میں کجی اور شبہات اس کتاب کے بارے میں ہوں تو اس سے قرآن کی قطعیت کے اندر فرق نہیں آتا۔ اس ابدی کتاب کے الفاظ و معنی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں۔

قرآن نام ہے نظم و معنی کا اصول فقہ کی کتابوں میں اس طرح لکھا ہے :-

وھو اسم للنظم والمعنی جمیعاً نظم سے مراد عبارت قرآن ہے اور معنی سے مراد مدلول عبارت ہے۔

اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بلسان عربی مبین نازل فرمایا ہے۔ بلسان عربی مبین۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن نام ہے نظم عربی کا۔ اس سے اگلی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن نام ہے معنی کا وانہ لفی زبر الاوّلین یعنی اس کا معنی و ذکر پہلی امتوں کی کتابوں میں ہے۔ پتہ چلا کہ قرآن کے الفاظ و معانی سب القاء ربّانی ہیں۔

نظم و معنی میں فرق قرآن کے دو جز ہوتے۔ ایک نظم دوسرا معنی۔

قرآن مجید کی نظم کی طرف دیکھیں تو بظاہر ایک جز نظر آتا ہے یعنی صرف عبارت لیکن ادنیٰ غور و فکر کے بعد یہ بات معمولی ذہن رکھنے والوں پر بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اس نظم کے ساتھ معنیٰ بھی ہے جو بظاہر نظر نہیں آتا کیونکہ نظم دال ہے اور معنی مدلول۔ تو نظم عربی کے ساتھ معنی لازم ہے لیکن صرف ترجمہ صحیح چاہے کسی زبان کے اندر ہو صرف ایک جز یعنی مدلول (بے معنی) اس کے ساتھ دال یعنی نظم نہیں۔ قرآن کی عربی عبارت پڑھنے والے کو کہہ سکتے ہیں کہ تلاوت کر رہا ہے لیکن صرف ترجمہ پڑھنے والے کو قاری قرآن نہیں کہہ سکتے۔

لطیفہ۔ ایک بہت بڑے عالم سے ایک صاحب کہنے لگے کہ میں فلاں امام صاحب کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا

اس لئے کہ موصوف ترجمہ قرآن نہیں جانتے۔ اور قرآن نام ہے لفظ و معنی دونوں کا ۔ لہذا امام صاحب قرآن کا ایک جز پڑھتے ہیں اور دوسرا نہیں پڑھتے ۔ اس عالم نے برجستہ جواب دیا کہ نماز کے اندر مقروء (پڑھا جانے والا حصہ) الفاظ ہیں یا معانی ۔

تو وہ صاحب کہنے لگے کہ الفاظ ۔ بس معترض صاحب سمجھ گئے ۔ کہ چاہے کوئی معنی جانتا ہو یا نہیں لیکن نظم قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے مدلول (یعنی معانی) اس کے ساتھ ہوتے ہیں ۔

نظم قرآنی کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے ۔ موجودہ قرآن رسم عثمانی کے مطابق ہے ۔ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے ۔ اس پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے اور اجماع کی اعلیٰ قسم وہی ہے جو صحابہ کرام سے نصاً ثابت ہو معنی اس نظم کے ساتھ لازم ہے ۔ نماز اور دیگر مجالس کے اندر اسی کی تلاوت کی جاتی ہے ۔ نبی کریم ﷺ کے مقاصد میں سے ایک مقصد تلاوت آیات بھی تھا ۔ تلاوت اسی نظم کی ہے معانی کی نہیں ۔ اگر کوئی صاحب محض اس کا ترجمہ پڑھتا رہے تو قرآن حکیم کی بلاغت و اعجاز کا پتہ نہیں چلتا ۔

امت نے مصحف عثمانی کی حفاظت الفاظ کے ذریعے کی ہے نہ کہ محض معانی کے ذریعے ۔ کیونکہ ترجمہ تو ہر زبان کے اندر ہو سکتا ہے لیکن الفاظ صرف عربی میں ہیں ۔ دنیا میں ہزاروں زبانیں ہیں انسان کس کس زبان کو سیکھے گا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے ۔ ہم اگر کسی کی غلطی پکڑتے ہیں تو اسی نظم قرآن کی وجہ سے ۔ کیونکہ نظم قرآنی محفوظ ہے کوئی غلط معنی بیان کرے یا غلط استدلال کرے ۔ تو علماء حق فوراً اس کے درپے ہو جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا یہ معنی نہیں کہ اللہ اپنے مخالفین قرآن کے قلم و ہاتھ توڑ دے ۔ حالاں کہ آج مخالف جو کچھ لکھنا چاہے لکھ سکتا ہے کیونکہ قلم درکف دشمن است ۔ لیکن امت مسلمہ فوراً نظم قرآن کے محفوظ ہونے کی وجہ سے ان کی غلطی پکڑ لیتی ہے ۔

نظم عربی کی اہمیت احکام شریعت کا سارا دارومدار نظم عربی پر ہے ۔ اصول کی کتابوں کے اندر کتاب اللہ کے اقسام عشرین (بیس) کا بیان ہے ۔ مثلاً خاص، عام، مشترک، مؤول، حقیقت، مجاز، صریح کنایہ وغیرہ ۔

اس طرح لاکھوں احکام ان اقسام کی وجہ سے نکلتے ہیں ۔ یہ سب نظم عربی کا کمال ہے اگر کوئی صرف ترجمہ شائع کرے تو اس سے اقسام عشرین کے بارے میں سوچنا ایسا مشکل ہے جیسا کہ اندھا اندھیرے میں کوئی شئے تلاش کرے

احادیث مبارکہ کے اندر قرآن کی تلاوت پر ثواب کے وعدے کئے گئے ہیں اس کا تعلق نظم قرآنی سے ہے اگر کوئی نماز کے اندر ترجمہ قرآن پڑھے تو نماز نہیں ہوتی ۔ اگر نماز کے باہر پڑھے تو ثواب نہیں ملتا ۔ مثال الف لام میم سے دی گئی ہے ظاہر بات ہے کہ معنی الف ۔ لام میم نہیں ۔

حافظ اسی کو کہتے ہیں جس کو نظم قرآنی یاد ہو ۔ اگر کوئی سورہ فاتحہ کا مفہوم کسی زبان میں یاد کرلے تو کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ اس کو سورہ فاتحہ یاد ہے بلکہ اس کو سورہ فاتحہ کے الفاظ یاد کرنا ہوں گے ۔

قرآن کے بغیر اردو ترجمہ کے مفاسد

نظم عربی کے بغیر صرف ترجمہ شائع کرنا بہ اجماع امت حرام ہے۔ ہاں اگر عبارت عربی کے ساتھ ترجمہ یا تفسیر ہو تو جائز ہے۔ لیکن کسی زبان میں محض ترجمہ شائع کرنا بغیر عربی عبارت کے یہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ نبی کریمؐ کے زمانے سے لے کر آج تک قرآن مجید پھیلانے کے مختلف طریقے چلے آرہے ہیں لیکن نظم قرآنی کو کسی نے بھی ترک نہیں کیا۔

اگر محض ترجمہ کی اشاعت کی اجازت دی جائے اور اسے قرآن قرار دیا جائے تو معنوی تحریف کا دروازہ کھل جائے گا۔ کیونکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ موافق و مخالف اول قرآن سے استدلال پکڑتا ہے اور لوگوں کے سامنے قرآن کا مفہوم پیش کرتا تو علماء حق ایک کی تصحیح اور دوسرے کی تغلیط کرتے ہیں۔ قرآن کا معنی و مفہوم لوگ بدل سکتے ہیں۔ اس لئے غلط مفہوم سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ لیکن نظم قرآن کی وجہ سے علمائے کرام اس کے غلط مفہوم کو لوگوں پر واضح کرتے ہیں۔ مخالفین قرآن کا من گھڑت مفہوم بنا بنا کر لوگوں پر پیش کرتے ہیں۔ لیکن نظم قرآن کو نہیں بدلتے کیونکہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ فوراً امت مسلمہ کا ہر فرد درپے آزار ہو جائے گا اور جان بچانی مشکل ہو جائے گی۔ ایک شیخ التفسیر عالم اگر تلاوت کے اندر غلطی کر بیٹھے تو ایک چھوٹا بچہ حافظ قرآن فوراً اس کو اس کی غلطی سے آگاہ کر دیتا ہے۔

عام لوگوں کو پتہ نہیں چلتا کہ یہ مفہوم و معنی کس آیت کا ہے آیا صحیح ہے بھی یا نہیں۔ محض ترجمے کی آڑ میں دشمنان اسلام اپنا کام کر بیٹھتے ہیں۔ ترجمے کے اندر فرق ہو سکتا ہے لیکن نظم قرآن کے اندر نہیں ہو سکتا۔ کوئی لفظی ترجمہ بیان کرتا ہے کوئی الفاظ کا حاصل۔ لیکن ایسا حاصل ترجمہ جو نصوص کے مخالف نہ ہو۔

ایسے تراجم بھی دیکھے گئے ہیں جو نصوص کے قطعی مفہوم کے مخالف ہیں۔ ہر ایک اپنے بیان کردہ مفہوم کو صحیح بتائے گا لیکن جو علماء صرف و نحو، لغت، بلاغت سے واقف ہوں اور فن تفسیر جانتے ہوں وہی غلط اور صحیح بتا سکتے ہیں عام لوگوں کو گمراہی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

آخری گذارش اجتماع امت کا ساتھ دیتے ہوئے صرف ترجمے نہ شائع کئے جائیں بلکہ ترجمے کے ساتھ عربی عبارت ہونی چاہئے تاکہ پتہ چلے کہ ترجمہ ٹھیک کیا ہے یا غلط۔ لہٰذا جو حضرات جان بوجھ کر یا ناسمجھی کی حالت میں صرف ترجمے شائع کرتے ہیں آئندہ ایسا نہ کریں کہیں اس وعید کے تحت نہ آجائیں:۔

ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم۔	جو مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ ہولے تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے۔

اعاذنا اللّٰہ من ذالک۔

پاکستان میں جب بعض مفسدین نے عربی کے بجائے اردو میں نماز پڑھنے کی تلقین و تبلیغ شروع کر دی تو مولانا عبدالماجد دریا آبادی مرحوم نے صدق جدید لکھنؤ (۲۱ نومبر ۱۹۶۹ء) میں مفصل تحریر لکھی ذیل میں اس کا اقتباس پیش خدمت ہے۔ (زاہد الحسینی)

مسئلہ دینی ہے اس لئے پہلا سوال تو یہی ہے کہ انہوں نے قرآن سے اس پر کونسی دلیل قائم کی ہے؟ صراحتہً نہ سہی دلالتہً، اشارۃً، التزاماً، آخر کہاں قرآن میں آیا ہے کہ اپنی عبادتوں میں، نمازوں میں قرآن کو نہیں بلکہ ترجمہ قرآن کو پڑھو۔ فاقرؤا ماتیسر من القرآن اور اس کی ہم مفہوم جتنی آیتیں ہیں کہیں بھی ان سے مراد ترجمہ قرآن لی جا سکتی ہے۔

ہندو مذہب۔ بودھی مذہب، سکھ مذہب، جین مذہب، یہودی مذہب۔ مجوسی مذہب ہیں۔ سب میں تو ان کی عبادتیں ان کی الہامی کتابوں کی زبان میں ہوتی ہیں۔ صرف ایک عیسائی مذہب کی عبادت کی زبانیں مختلف ہیں تو کیا اب تک تجربہ مشاہدہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ عیسائیوں کا دل اپنی عبادتوں میں دوسرے مذاہب والوں سے زیادہ لگتا ہے۔ یا چرچ کی حاضری کا اوسط دوسری عبادت گاہوں سے زیادہ ہے؟ یا حضور قلب و خشوع و خضوع میں عیسائی کچھ دوسرے مذہب والوں سے آگے بڑھتے ہیں؟ مسیحیت اور مسیحی دنیا سے اس درجہ مرعوبیت بلکہ مسحوریت عبرت انگیز ہے۔

مسعود صاحب کا مطالعہ نفسیات بہت ہی غلط و ناقص ہے اگر وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ مادری زبان کی چیزیں خوب ہی دلنشین ہو جاتی ہیں۔ دل کی گہرائیوں کا تعلق اتنا زبان سے ہرگز نہیں جتنا عقیدت و اخلاص ہے۔ آپ ایک عبادت کا کوئی لفظ بھی نہ سمجھئے، مگر پڑھئے اسے اسی عقیدت و اخلاص کے ساتھ تو وہ عمل کہیں زیادہ مؤثر رہے گا بمقابلہ اس کے کہ اسے مادری زبان میں بے عقیدگی کے ساتھ ادا کرتے رہئیے۔ بڑے بڑے عربی داں محقق و فاضل کے لئے ہرگز وہ حضور قلب ممکن نہیں، جو ایک جاہل مگر قوی الایمان ان پڑھ کو ہوتا ہے یہ سارا کھیل عقیدت و پختہ ایمانی کا ہے نہ کہ علمی، لغوی، لسانی قابلیت کا۔

مسیحیوں نے اپنے ہاں کی کتاب کو دنیا بھر کی زبانوں میں ترجمہ کر کے اپنے مذہب کی ٹھوس خدمت کر دی ہے یا اس کے برعکس امت مسیح میں اور انتشار و نفاق پھیلا دیا ہے؟ ان کے تشتت و تفرق سے ہم نے کوئی عبرت حاصل نہ کی؟ جس دن خدانخواستہ ایک ایک ملک ایک ایک صوبہ ایک ایک شہر میں بلکہ ایک ایک مسجد کے اندر اللہ کی نماز مختلف زبانوں میں اور مقامی بولیوں میں ادا کی جانے لگے گی۔ بلاشبہ یہ چوٹ امت کے اوپر ایک ضرب کاری ہوگی اور ملت بجائے آفاقی ہونے کے چھوٹی چھوٹی ٹولیوں ٹکڑیوں میں تحلیل ہو کر رہ جائیگی اور امت کے ساتھ وہ دشمنی ہو آج تک اس کے بڑے سے بڑا دشمن بھی نہ کر سکا اور اس کو اس انجام تک پہنچانے کا بیڑا اس کے نادان نہیں نادان ترین دوست نے اٹھا لیا ہے۔"

ڈاکٹر سید محمد اجتبیٰ ندوی

اسلامی تاریخ کے تابندہ نقوش

سلطان محمد فاتح کا قسطنطنیہ کے باشندوں اور دیگر عیسائیوں کے ساتھ حُسن سلوک

رومی سلطنت کے مشرقی دارالحکومت قسطنطنیہ کو عیسائیوں کے نزدیک مذہبی اور سیاسی طور پر بڑی اہمیت تھی۔ وہ تار سلطنت اور مشرقی ممالک پر یلغار اور حملوں کے لئے سب سے بڑا اڈہ تھا۔ شہر یورپ اور ایشیا کی سرحد پہ واقع ہونے کی وجہ سے تمام فریقوں کے لئے یکساں طور پر پرکشش بھی تھا۔ قدرتی طور پہ بھی وہ بہت ہی محفوظ اور ناقابل تسخیر تھا۔ فوجیں رومیوں کو شکست دیتی ہوئی اس شہر تک ٹھہر جاتی تھیں اور فارس میں قلعہ بند رومیوں سے فتح یاب ہو جاتے تھے اور پھر از سر نو فوجیوں کو منظم کر کے مفتوحہ علاقے واگذار کرا لیتے تھے بلکہ آگے بڑھ کر دوسری قوموں کے لئے مصیبت اور خطرہ بھی بن جاتے تھے۔ اس شہر میں رومیوں کے مضبوط قلعے اور پرشکوہ گرجا گھر اور شاندار محل اور عمارتیں تھیں اس شہر سے روم اور یورپ کے دوسرے شہروں کو غذائی، فوجی اور سیاسی کمک ملتی تھی۔

جب دعوت اسلامی جزیرۂ عرب سے نکل کر فارس، روم کے بیشتر مقبوضہ علاقوں میں پھیل گئی۔ ان علاقوں کے باشندوں نے مسلمانوں کے عقیدہ، فکر اور حسن اخلاق اور شاندار برتاؤ سے سکون، راحت، اطمینان اور سکھ محسوس کیا۔ اور صدہا برس کی غلامی سے رہائی اور آزادی محسوس کی اور پھر دوبارہ روم و فارس کے ظالم حکمرانوں کی جانب نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا یہ صورت حال دیکھ کر رومیوں نے قسطنطنیہ کو مزید مضبوط و مستحکم بنا کر مسلمانوں کی دعوت و تحریک کو روکنے کے لئے سازشیں اور رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کر دیں۔ اور گاہے بگاہے حملہ کر کے مسلم علاقوں شام و فلسطین کے شہروں اور آبادیوں کو تاخت و تاراج کر دیتے اور مسلمانوں کو اس سے بڑا نقصان اور ان کی دعوت و تبلیغ کے لئے بڑا خطرہ پیدا ہو جاتا۔ چنانچہ مسلمانوں نے قسطنطنیہ فتح کر لینا ضروری سمجھا اس کے فتح ہو جانے سے نہ صرف روز روز کی پریشانی اور مصیبت ختم ہو جاتی بلکہ یورپ میں دعوت و ہدایت کے لئے راہ ہموار ہو جاتی۔ اس لئے حضرت معاویہؓ نے اپنے عہد خلافت میں ایک فوجی بحری بیڑا اور عظیم الشان لشکر (جس میں

جلیل القدر صحابہ کرام جن میں سرفہرست میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا نام نامی تھا۔ تیار کیا یہ اسلامی لشکر روانہ ہوا اور جنگ کرتا ہوا قسطنطنیہ کی فصیلوں تک پہنچ گیا۔ حضرت ابو ایوب انصاری اس دوران بیمار پڑے۔ اور جب وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے وصیت کی۔ وفات کے بعد ان کی لاش کو شہر سے جتنی قریب جانا ممکن ہو لے جاکر دفن کیا جائے۔ چنانچہ اسلامی لشکر نے شہر کے قریب ترین فصیل سے ملا کر دفن کر دیا۔ اور لشکر واپس آگیا۔ اس کے بعد بھی مسلمانوں نے اس عظیم شہر کے فتح کی کوششیں جاری رکھیں۔ مگر یہ سعادت آل عثمان کے صالح بہادر اور دانشمند نوجوان محمد ثانی بن مراد بن محمد اول کے ہاتھوں حاصل ہوئی تھی۔

اور یہی نوجوان بشارت نبوی کا مستحق ٹھہرا۔ محمد فاتح جس وقت عثمانی سلطنت کا حکمران ہوا اس وقت اس کی عمر ۲۲ سال سے زیادہ نہ تھی اور اس نے ۳۰ برس تک حکومت کی۔ رومی سلطنت کے پایہ تخت قسطنطنیہ کے سر کرلینے کی وجہ سے محمد الفاتح لقب دیا گیا۔ دنیا کے فاتحین میں معدودے چند ہیں کہ جنہوں نے اتنی نوعمری میں اتنی عظیم فتح و کامرانی اور تمدنی و تعمیری اور سیاسی کامیابیاں حاصل کیں۔ ان کے والد نے ان کی تعلیم و تربیت، سپہ گری اور سیاسی سوجھ بوجھ کی طرف بڑی توجہ مبذول کرائی۔ اور نوعمری ہی میں بڑی زبردست فوجی مہارت اور علمی و سیاسی بصیرت حاصل ہو گئی۔ چنانچہ اس نے بڑے عزم و حوصلہ اور خداداد صلاحیت اور حکمت و شجاعت اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ۱۴۵۳ء کو رومن امپائر کے سب سے مستحکم اور مضبوط دارالحکومت کو فتح کر لیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا مصداق بنا۔

لتفتحن القسطنطنیہ نعم	تم لوگ قسطنطنیہ کو ضرور فتح کرو گے تو کیا
الامیر امیرھا ولنعم	ہی خوب ہو گا اس کا سربراہ اور کیا ہی خوب
الجیش ذلك الجیش	ہو گا وہ لشکر۔

قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد شہر کے عیسائی باشندے بڑے بڑے مذہبی پیشوا اور پادری خوف و دہشت کی وجہ سے پناہ گزیں تھے۔ سلطان نے سب کو بڑے احترام، محبت اور مودت سے مخاطب کیا ان کی حمایت اور حفاظت کا وعدہ کیا اور کہا کہ تمام عیسائی بے خوف و خطر اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ کسی سے کوئی برا سلوک نہ کیا جائے گا۔ اور نہ کسی کو سزا دی جائے گی۔ اس کے بعد عیسائیوں کے مسائل و معاملات کو منظم کیا۔ اور ان کے گرجا گھر ان کے سپرد کر دیے۔ اور ان کا انتظام و انصرام ان کے ہاتھوں میں دے دیا۔ ان کو ان کی روایات اور عائلی قوانین کے مطابق زندگی گذارنے کی آزادی دی گئی۔ انہیں اپنے بڑے پادری (پاپا) کے منتخب کرنے کا حق دیا۔ تو انہوں نے (جنا دیوس) کا انتخاب کیا۔ سلطان نے اس کے انتخاب پر اس طرح کا جشن منایا جس طرح بیزنطی سلطنت میں اس موقع پر خوشیاں منائی جاتی تھیں اور اس منتخب پادری سے سلطان نے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ دوستی اور خوشگوار تعلقات قائم رکھو، تمہیں

وہ سارے حقوق رعائتیں اور اختیارات حاصل رہیں گے جو پہلے حاصل تھے۔ اور اسے ایک خوبصورت گھوڑا مرحمت کیا اور شاہی حفاظتی فوج (انکشاری) کا ایک دستہ اس کی حفاظت پر متعین کیا۔ اور اس کی قیام گاہ تک اعیانِ سلطنت ساتھ ساتھ گئے۔ سلطان فاتح نے ارتھوڈکس چرچ کے قوانین کو تسلیم کیا۔ اور اس کی سرپرستی قبول کی۔ فتح قسطنطنیہ کے دوران پادریوں اور گرجا گھروں کے مال و اسباب تلاش کروا کر جمع کئے اور گرجا گھروں اور عیسائی خانقاہیں واپس کر دیں۔

لائق توجہ اور قابل قدر بات یہ ہے کہ سلطان محمد فاتح نے اعلیٰ اخلاق اور رواداری کا معاملہ خود اپنے طور پر کیا۔ فتح کے وقت عیسائیوں اور سلطان یا اس کے لشکر کے مابین کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔

اس شاندار برتاؤ کو دیکھ کر قسطنطنیہ اور دوسرے علاقے کے عیسائی باشندوں نے سلطان محمد فاتح اور عثمانی سلطنت کو اپنے لئے بہت بڑی نعمت سمجھا۔ انہوں نے جو فراخدلی، رواداری اور وضعداری و مروت کا معاملہ عثمانیوں کی حکومت میں پایا وہ انہیں ان کے ہم مذہب بیزنطی سلطنت میں کبھی حاصل نہ ہو سکا۔

محمد فاتح اور عثمانی خلفاء کا یہ حسن سلوک کا معاملہ صرف قسطنطنیہ کے عیسائی باشندوں کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس کے یورپ کے جو ممالک فتح ہوئے انہوں نے اسی طرح کا سلوک دیکھا یہاں تک کہ کلفن کے رفقاء جو بحر کے باشندے تھے اور عیسائی موحدین ترکی سلطنت کے زیر سایہ رہنے کو اپنے متعصب اور ظالم ہم مذہبوں کی بہ نسبت رہنے کو ترجیح دی۔ یورپ کے بہت سے صاف اور کشادہ ذہن عیسائی فرقوں نے عثمانی سلطنت کی وسعت قلبی اور انصاف کا برملا اعتراف کیا اور ان کے مقابلہ میں عیسائی حکومتوں اور گرجا گھروں کے آقاؤں کی چیرہ دستیوں کا گلہ کیا۔ اور جب کبھی موقعہ ہوا انہوں نے مسلم حکومت کے سایہ میں پناہ لی۔

سترھویں صدی عیسوی میں انطاکیہ کے بڑے پادری مکاریوس کا یہ بیان سنئے۔

اس نے پولینڈ کے کیتھولک عیسائیوں کی جانب سے اپنے بھائیوں اور ارتھوڈکس عیسائیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہم سب نے ان ہزاروں شہیدوں پر خون کے آنسو بہائے جو ان چالیس برس کے دوران ظالم بددین کیتھولک بدبختوں کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترے شہید ہونے والوں کی تعداد ستر ہزار سے زیادہ تھی ان گوشہ گیر خواتین لڑکیوں بچیوں اور چھوٹے بچوں کا کیا قصور اور گناہ تھا کہ ان کو بدبخت پولینڈ حکام نے قتل کر دیا۔ یہ بیحد گھناؤنی گھٹیا اور ذلیل حرکت ہے یہ سمجھتے ہیں کہ ارتھوڈکس کا دنیا سے نام و نشان مٹا دیں گے خدائے عز وجل ترکوں کی سلطنت ہمیشہ قائم رکھے وہ صرف مقررہ جزیہ وصول کرتی ہے اور مذاہب کے معاملہ میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کرتی خواہ ان کی رعایا عیسائی ہو، ناصری ہوں، یہودی ہوں یا اور کوئی مذہب و طرز زندگی رکھتے ہوں۔

سلطان محمد فاتح اور عثمانی خلفاء کے حسن سلوک اور شاندار برتاؤ کے یہ چند نمونے ہیں جو بطور مثال پیش کئے گئے ہیں۔ تاریخ اسلام کے صفحات ان جیسے واقعات سے مالا مال اور درخشندہ و تابناک ہیں۔

پی۔این۔ایس۔سی برّاعظموں کو ملاتی ہے۔ عالمی منڈیوں کو آپ کے قریب لے آتی ہے۔ آپ کے مال کی بروقت، محفوظ اور باکفایت ترسیل برآمدکنندگان اور درآمدکنندگان، دونوں کے لئے نئے مواقع فراہم کرتی ہے۔

پی۔این۔ایس۔سی قومی پرچم بردار۔ پیشہ ورانہ مہارت کا حامل جہازراں ادارہ، ساتوں سمندروں میں رواں دواں

قومی پرچم بردار جہازراں ادارے کے ذریعہ مال کی ترسیل کیجئے

قومی پرچم بردار جہازراں ادارہ

PNSC 2 88 PID - Islamabad

HARAGON

شفیق الدین فاروقی

ختم بخاری شریف کی تقریب حسب معمول امسال بھی ۲۳ رجب المرجب بمطابق ۹ فروری ۱۹۹۱ء کو دارالعلوم کے سالانہ تعلیمی دورانیہ کے اختتام پر ختم بخاری شریف کی تقریب بعد از نماز ظہر جامع مسجد دارالعلوم میں منعقد ہوئی جس کی پیشگی اطلاع ، اخباری اعلان اور کسی بھی تشہیر کے بغیر قرب وجوار سے مخلصین اور طلبہ دورہ حدیث کے متعلقین دور دراز علاقوں سے بڑی تعداد میں تشریف لائے ۔ افغان مجاہدین ، محاذ جنگ کے کمانڈروں ، اکابر علماء و مشائخ کے علاوہ مرکزی قیادت کے مولانا نصر اللہ منصور نے بھی اس اجتماع میں شرکت کی ۔ شدید سردی اور بارش کے باوجود لوگوں کی والہانہ آمد ، روحانی مسرت اور پرکیف وارفتگی کے مناظر دیدنی تھے ۔ جامع مسجد ، دارالحدیث ، درسگاہوں اور کشادہ برآمدوں کو اپنی تنگ دامنی کی شکایت رہی ۔ اس تقریب میں شعبہ حفظ و تجوید کے ۴۵ حفاظ کرام اور اس سال دورہ حدیث کے ۱۰۵ شرکاء جو اب بالفعل فضلاء بن چکے ہیں کی دستار بندی کی گئی ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ نے بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھائی ۔ اجمالاً متعلقہ مباحث اور فضلاء کو ان کے فریضہ منصبی سے آگاہ فرمایا ۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اپنے مختصر مگر جامع خطاب میں دینی تعلیم کی ضرورت ، دینی مدارس کے قیام و استحکام کی اہمیت ، علماء کے مقام و کردار ، موجودہ حالات میں مسلم امت کو درپیش مسائل ، یہودیوں کے ناپاک عزائم ، بارگاہ خداوندی میں توبہ اور تضرع و انابت کی طرف توجہ دلائی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آج کے دعاؤں اور روحانی مسرتوں میں دارالعلوم کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ دارالعلوم کے مرحوم اساتذہ ، خدام ، کارکن ، معاونین و سرپرست اور دور دراز علاقوں میں دارالعلوم سے قلبی تعلق رکھنے والے تمام مسلمان اجر و ثواب اور حقیقی برکات میں برابر کے شریک ہیں ۔

اجتماع کے آخر میں عالم اسلام کے اتحاد ، حرمین شریفین کے تحفظ ، یہودیوں کی ذلت و خواری ، ملک میں نفاذ شریعت اور دارالعلوم کے تمام متعلقین و محبین اور سرپرستوں و معاونین کے لئے دنیا و آخرت میں ترقیات اور بلند درجات کی دعائیں کی گئیں ۔

تبصرہ کتب

جینے کا حق | از مولانا محمد اشرف صاحب۔ صفحات ۴۸۔ قیمت ۷ روپے۔ ناشر مکتبہ حبیبیہ، قذافی گرجا روڈ۔ گوجرانوالہ

مولانا محمد اشرف نوجوان عالم دین اور نصرۃ العلوم کے فاضل ہیں۔ پیش نظر رسالہ میں موصوف نے معاشرہ کی طبقاتی اور غیر فطری تقسیم۔ اقتصادی ناہمواری اور معاشرتی فتنوں، بالخصوص مالدار اور متوسط طبقہ میں دولت کی خرابیوں جیسے اہم۔ وقت کی ضرورت کو ملحوظ رکھ کر تفصیل سے تسلی بخش بحث کی ہے رسالہ کے مطالعہ سے اصلاح احوال کا احساس ابھرتا اور معالجے کی تدبیر کی فکر پیدا ہوتی ہے۔ (عبدالقیوم حقانی)

اسلامی تشخص | مولف۔ ڈاکٹر سعید اللہ قاضی۔ صفحات ۱۴۸ قیمت ۲۰ روپے

پتہ۔ ڈائرکٹر شیخ زید اسلامک سنٹر۔ یونیورسٹی آف پشاور

پیش نظر کتاب مؤلف کے تصانیف کی تیرھویں کڑی ہے۔ دینی اور دنیوی علوم سے بہرہ ور ہونے کی وجہ سے آپ کی یہ کتاب اسلامی معاشرہ کے حسین امتزاج کا مجموعہ ہے۔ مذکورہ کتاب میں موصوف نہایت سادہ اور آسان لہجے میں اعتقادیات، عبادات، اخلاق اور معاملات کے درمیان مناسبت اور تعلق اور پھر معاملات پر ان کے اثر انداز ہونے کی نشاندہی کرتے ہیں۔

آپ کی یہ کتاب مسلمان کو ان کی معاشرتی ذمہ داریوں کا احساس دلا کر ان کی ادائیگی کا اسہل طریقہ متعین کرتی ہے جس سے مسلمان کی شخصیت دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی نسبت سے زیادہ نمایاں اور ممتاز رہتی ہے۔ طلبا، وکلاء، اساتذہ، عوام و خواص بلکہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کے لئے یکساں مفید ہے۔ (غلام الرحمٰن)

تاریخ ردہ | مؤلف۔ خورشید احمد فاروقی۔ صفحات ۱۶۸ قیمت ۳۵ روپے

پتہ۔ ۲۲ر جامع مسجد باب الاسلام آرام باغ، کراچی۔

زیر نظر کتاب اسپین کی ایک قلمی تاریخ "الاکتفار بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مغازی الخلفار" کے اچھوتے واقعات کا عام فہم ترجمہ ہے۔ اصل کتاب ہسپانیہ کے نامور عالم ابوالربیع سلیمان کلاعی بلنسی (المتوفی ۶۳۴ھ ۱۲۳۶ھ) کی کاوشوں کا مجموعہ ہے۔ جس میں آپ نے سیرت نبوی کے علاوہ خلفاء راشدین کے مجاہدانہ کارناموں اور عزت و عظمت سے لبریز واقعات پر تحقیقی نگاہ ڈالی ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں چونکہ مسلمان گوناگوں مشکلات سے دوچار ہوئے جن میں بغاوت، نافرمانی اور ارتداد کے واقعات سر فہرست ہیں کتاب ہذا ان ارتدادی واقعات کا دلچسپ مجموعہ ہے۔ مؤلف کتاب نے اپنا دائرہ کار صرف ترجمہ کرنے تک محدود نہیں رکھا بلکہ جہاں کہیں شخصیات یا مقامات کا تذکرہ آیا تو آپ نے حاشیہ میں اسکی پوری تشریح کردی تاکہ پڑھنے والے کو مقامات اور شخصیات سے نامانوسیت کی وجہ سے دقت کا سامنا نہ ہو۔ تاریخی ذوق رکھنے والوں کے علاوہ عام پڑھے لکھے مسلمانوں کے لئے اس کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں (غلام الرحمٰن)

UF
UNIFOAM
ہر گھر
ہر دفتر
کی زینت
یوُنی فوم
جہاں آرام کا نام آیا ۔ آپ نے یوُنی فوم کو پایا